باقیات بجنوری

عبدالرحمن بجنوری مرحوم

مرتب دیوان غالب نسخہ حمیدیہ

مکتبہ جامعہ

دہلی، نئی دہلی، لکھنؤ، لاہور، بمبئی

بار اول ۱۲۵۰ | دو روپے آٹھ آنے

تہدیہ

یہ ناچیز ہدیہ افتخارِ کرنل ہز ہائنس
نواب سر محمد حمیداللہ خاں صاحب بہادر فرماں روائے
بھوپال کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں جن کی معیت
میں میرے والد مرحوم ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری
کی زندگی کا بیشتر حصہ گذرا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ناچیز

محمد فاتح فرخ

فہرست مضامین



عبدالرحمٰن بخش ورکا

تعارف

(از جناب رشید احمد صاحب صدیقی)

''باقیات بجنوری'' عبدالرحمن مرحوم کے مضامین اور خطوط کا مجموعہ ہے۔ آخر میں کچھ مختصر نظمیں بھی شامل ہیں۔ بجنوری مرحوم علی گڑھ کے بڑے ہونہار اور قابل طلبا میں سے تھے، اور اپنے معاصرین میں بڑا ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اردوداں طبقہ بالخصوص حلقہ شعر و ادب میں سب سے پہلے وہ دیوان غالب (نسخہ حمیدیہ) کا دیباچہ ''محاسن کلام غالب'' لکھنے پر مشہور و مقبول ہوئے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غالب کو نفسیاتی اسلوب تنقید کی روشنی میں پہلے پہل بجنوری مرحوم ہی نے پیش کیا۔ ان سے پہلے غالب پر طبا طبائی اور

حسرت کی شرحیں شائع ہو چکی تھیں لیکن انکی حیثیت تنقیدی نہ تھی بلکہ تشریحی اور مکتبی - یہ بجنوری مرحوم کے مقالے کا تصرف ہے کہ آجکل کے بڑھے لکھوں میں غالب سے شیفتگی پیدا ہوئی اور ارباب ذوق وفکر نے غالب ہی نہیں بلکہ دوسرے شعرا کو بھی بجنوری مرحوم ہی کے انداز تنقید سے جانچنا پرکھنا شروع کیا -

اُردو شعر و ادب کو فرسودہ اور پیچ در پیچ راستوں سے نکال کر انگریزی اسلوب نگارش سے آشنا کرانے اور مقبول بنانے میں سرسید اور انکے رفقاء بالخصوص حالی مرحوم کا بڑا حصہ ہے- لیکن انگریزی ہی نہیں بلکہ یورپ کے دوسرے زندہ جاوید شعرا اور مفکرین کے خیالات کی روشنی میں غالب کو پیش کرکے بجنوری مرحوم نے اردو داں طبقے کے لئے نئی راہیں کھول دیں- ان کے عہد تک جدید لکھنے والے اکثر یورپ کی بعض ادبیات کے لطائف و رعنائیوں کو اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے- بجنوری مرحوم نے ان سے بہت آگے بڑھ کر اردو کو یورپ کی بعض مستند ادبیات کی گرانمائگی سے روشناس کرایا- ان کے بعد اردو دانوں نے اسلوب نگارش ہی میں نہیں بلکہ فکر و مطالعہ کے لئے موضوعات انتخاب کرنے میں بھی زیادہ جرات و ذمہ داری سے کام لینا شروع کیا -

یہ صحیح ہے کہ غالب کی تنقید میں بجنوری مرحوم

نے کہیں کہیں مبالغہ سے کام لیا ہے' جہاں تہاں اشعار کے صحیح مفہوم سے بھی دور جا پڑے ہیں۔ لیکن اس سے انکے خلوص یا ان کی ذہنی جامعیت پر آنچ نہیں آتی مجتہد یا امام کے لئے یہ مراحل ناگزیر ہیں - بجنوری مرحوم مفکر زیادہ اور آرٹسٹ کم تھے - انکی نظموں کا آپ مطالعہ کریں تو محسوس ہوگا کہ وہ آرٹسٹ سے ابتدا کرتے تھے اور مفکر میں گم ہو جاتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مفکر کے بوجھ کو آرٹسٹ کی دل آویزیوں سے ہلکا کرنا چاہتے تھے

مرحوم عظمت اللہ خاں بجنوری مرحوم ہی کی نظموں سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ عربی فارسی کے متداول بحور و عروض سے آزاد ہو کر اپنے خیالات کو کم' جذبات کو زیادہ' مترنم بنانے میں دونوں کو لطف آتا تھا - لیکن دونوں میں جو بات مابہ الامتیاز ہے وہ یہ کہ بجنوری روایتی ثقاہت و ثقافت اور مفکرانہ گرانمائگی سے کبھی علحدہ نہیں ہوتے تھے' زیادہ سے زیادہ یہ کرتے تھے کہ کبھی کبھی رنگین الفاظ اور رقصاں ترکیبوں سے کھیل لیا کرتے تھے۔ یہی بات اور یہی رنگ ذوق کے ابتدائی قصیدوں میں ملتا ہے - عظمت اللہ خاں جذبات کی نمائش یا مظاہرہ نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے ایک طرح کی لذت یابی کے درپے رہتے تھے عظمت اللہ خاں میں اس 'التذاذ' یا "لذتیت" کا رد عمل "حزن و افسردگی" ملے گی' بجنوری میں حسن اندیشی اور فکرکاری۔

اسطور پر دو جدید تحریکوں کا سر چشمہ بجنوری مرحوم ھی میں ملتا ھے -

بجنوری مرحوم کی تحریریں الفاظ و عبارت کے اعتبار سے کچھہ بہت زیادہ سلیس و سہل نہیں ھیں - اکثر فقرے اور عبارتیں نامانوس معلوم ھوں گی - کہیں کہیں پر تکلف یا بوجھل- لیکن یہ زمانہ وہ تھا جب جدید علوم و فنون کی مصطلحات عام نہ تھیں اور اسالیب انشاء محدود تھے - بجنوری مرحوم کو وھی دقتیں پیش آئیں جو غالب کو پیش آئی تھیں' یعنی معانی پر الفاظ کا جامہ تنگ تھا' پھر یہ بھی ھے کہ مرحوم غالب سے متاثر بھی کافی تھے- انکی تحریروں میں غالب کے مخصوص اسالیب بہت نمایاں ھیں چنانچہ جب ھم انکی تحریروں کو اس نقطہ نظر سے دیکھتے ھیں کہ ان کو عالمانہ اور مجتہدانہ طرز نگارش کی بنیاد رکھنی تھی' تو ھم کو یہ باتیں عجیب نہیں بلکہ مستحسن معلوم ھونے لگتی ھیں -

وہ مغربی طور طریقوں کے ساتھہ ساتھہ مشرقی رکھہ رکھاو کے بھی بڑے حامل تھے - اپنے بزرگوں کو جو خطوط انھوں نے لکھے ھیں ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ حفظ مراتب کے بڑے پابند تھے - والدین اور دوسرے چھوٹے بڑوں کو انھی آداب والقاب سے یاد کرتے ھیں جو اس

زمانے میں رائج تھے - لیکن ساقط الاعتبار ہوچکے تھے - بجنوری مرحوم نے انھیں جس انداز، جس لب و لہجہ اور جس جس موقع پر استعمال کیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انکی معنوی اہمیت کے دل سے قائل تھے - آپ ان کے خطوط کا مطالعہ فرمائیں تو فی الفور محسوس کریں گے کہ وہی آداب القاب یا متداول فقرے جو عام خطوط میں محض رسمی یا نمائشی معلوم ہوتے ہیں مرحوم کے قلم سے نکل کر کتنے قابل قدر اور دل آویز بن گئے ہیں - بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت اور ان سے انتہائی شغف ان کی تحریر کے ہر ہر لفظ سے ٹپکتا ہے - اپنے بھائی حبیب الرحمان کو وہ جس محبت سے یاد کرتے ہیں اور جس جس طرح سے زندگی کے اونچ نیچ، مطالعے کے طریقے، کتابوں کا انتخاب، حفظان صحت کے اسلوب، پروفیسروں کا احترام، کالج کی زندگی کے مختلف مراحل، اپنے تجربات، ائمہ کے اقوال، مذہب و اخلاق کے مطالبات بتاتے ہیں، ان سے ان کی محبت، عالی ظرفی، وسعت نظر، بلندی فکر، استواری عقیدہ، اور سنجیدگی طبیعت کا بڑا دلنشین نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے -

مسلمانان ہند ترک کے ہمیشہ سے محبوب رہے ہیں - بجنوری مرحوم کا زمانہ ترکوں کے لئے بڑے آشوب و آزمائش کا زمانہ تھا - وہ ترکوں کی "شرافت، جرات، دیانت اور تقوی" کو بڑی سچائی اور درد کے ساتھ بیان

کرتے ہیں۔ ترکوں کی محبت اور اسلام کی زبوں حالی پر وہ بے اختیار ہو گئے ہیں ۔ انہوں نے کہیں انفرادی یا شخصی مطالبہ نفس کا اظہار نہیں کیا ہے۔ جو بات کہی ہے اس طور پر کہی ہے گویا انسان و انسانیت کا تقاضا یہی تھا ۔ اپنے عہد کے حالات و حوادث بیان کرنے میں اکثر مورخ جوش یا مبالغہ سے کام لینے لگتے ہیں۔ بجنوری مرحوم سنجیدگی اور راستی کو کہیں ہاتھ سے نہیں دیتے۔ وہ فروعات کو اصل پر کبھی نہیں ترجیح دیتے جو آج کل کے لکھنے والوں کا سب سے بڑا عیب یا فریب ہے' یعنی فروعات کو اس انداز سے پیش کرنا کہ اصل آنکھوں سے اوجھل ہی نہ ہوجائے بلکہ خود اصل سے نفرت ہونے لگے ۔

" گیتا نجلی " پر جس انصاف و ارادت کے ساتھ عالمانہ نکتے اور شاعرانہ لطائف بیان کئے ہیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ جغرافیائی ماحول کا نفسیات قومی اور حاسۂ مذہبی پر جو اثر پڑتا ہے اس کو جس ادبی صناعت و " آگہی " سے مرحوم نے بیان کیا ہے اسے ص ۷ سے ص 9 تک ملاحظہ فرمائیے۔

اسی طرح " وضع اصطلاحات " کے سلسلے میں جس بے لوث اور مخلصانہ انداز سے مرحوم نے بعض فکرانگیز اور سچے نکتے بیان کئے ہیں وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہاں بہت سی ایسی باتیں بھی زیر بحث آگئی ہیں

ز

جن پر اب صبر و سکوت سے لوگ غور کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوتے ، حالانکہ ان تمدنی اور علمی مسائل کا حل جلد یا بدیر انھی اصول کے ماتحت عمل میں آئے گا - یہی اور اسی طرح کی باتیں پروفیسر سلیم مرحوم نے اپنی مشہور تصنیف " وضع اصطلاحات " میں زیادہ تفصیل و وضاحت سے بیان کی ہیں -

علی گڈھ کا جیسا سچا نقشہ بجنوری مرحوم کی نظر کے سامنے تھا اور وہاں کی عجیب و غریب زندگی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو ہدایات مرحوم نے اپنے بھائی حبیب کو دی ہیں اسکی داد کچھ وہی لوگ دے سکتے ہیں جو علی گڈھ میں رہ چکے ہیں - بجنوری مرحوم علی گڈھ سے اسی والہانہ گرویدگی کا اظہار کرتے ہیں جو علی گڈھ کے ہر دیوانے و فرزانے میں ملتی ہے : چنانچہ یہہ اسی شیفتگی کا رد عمل ہے کہ وہ مسلم یونیورسٹی کی ابتدائی اسکیم اور اس کے بانیوں کی بعض کوتاہیوں پر رہ رہ کر پیچ و تاب کھاتے ہیں' اندوہ و آزردگی کا اظہار کرتے ہیں اور کہیں کہیں طعن و طنز کے دلدوز نشتر سے بھی کام لیتے ہیں ' لیکن اپنی سنجیدہ منشی اور سنجیدہ اطواری کو کہیں ہاتھ سے نہیں دیتے -

یہی باتیں ان کے 'سیر لکھنو' میں ملتی ہیں - عام طور پر لوگ اس موضوع پر کھل کھیلتے ہیں اور جو کچھ لکھتو

میں نہیں بھی ہوتا اسے بھی بطور "لطف داستاں" بیان کرنے لگتے ہیں - مرحوم کا یہ مضمون پڑھئے ' شاہان اودھ کی تصاویر دیکھ کر ایسی باتیں بیان کی ہیں جس سے مرحوم کی دردمندی اور نکتہ رسی کا پتہ چلتا ہے - تاریخی تصاویر کا تاریخ کے عام پس منظر میں نفسیاتی مطالعہ کرنا بڑا دلچسپ مشغلہ ہے -

اس عہد میں اُس عہد کا نقشہ پیش کرنا جب مغربی تمدن کا سیلاب بڑھ رہا تھا اور مشرقی اخلاق و اطوار مٹ رہے تھے' ارباب بصیرت کے نزدیک غالباً بےموقع نہ سمجھا جائے گا - دور تصادم یا دور مجبوری میں بعض بڑی اہم اور دل‌آویز شخصیتیں زندگی کے اسٹیج پر نمودار ہوتی ہیں جو بعد میں "یادگار رونق محفل" بھی سمجھی جاتی ہیں اور "نقیب سحر" بھی!

دیکھنا یہ ہے کہ ناظرین کرام ان اوراق میں کس طرح کے نقوش پاتے ہیں اور ایک مکمل تصویر بنانے میں ان سے کیا کام لیتے ہیں -

رابندر ناتھ ٹیگور کی شہرۂ آفاق تصنیف

گیتان جلی

جب رابندر ناتھ ٹیگور کی کتاب "گیتان جلی" (بہار نغمہ) شائع ہوئی، میں انگلستان میں موجود تھا - جس طرح شورش و انقلاب کے بعد سیاسیات کے عالم میں ہر شے زیر وزبر ہو جاتی ہے، ٹیگور کی آمد اور فتوحات نے قلمرو سخن کو درہم برہم کردیا تھا - W. B. Yeats آئرلینڈ کے افسر الشعرا Earnest Rhys ویلز کے ادیب محترم اور خود ملک الشعرائے انگلستان اِن کو موجودہ زمانہ کی شاعری کا تاج پیش کر رہے تھے -

جہاں میں اکثر کتابیں خریدا کرتا تھا، داخل ہوا - دکان دار نے اپنے خریداروں سے از راہ فخر کہا "یہ ٹیگور کے ہم وطن ہیں"- ہر طرف سے مجھ پر یورش

ہونے لگی اور "آپکو اور ہندوستان کو مبارک ہو" کی صدائیں بلند ہونے لگیں -

ایک خاتون - (گیتانجلی کتابوں میں سے اُٹھاکر) "یہ تراجم درست بھی ہیں یا نہیں؟"

ایک صاحب - "گیتانجلی کے لفظ کی ترکیب از روئے قواعد کیا ہے؟"

ایک دوسری خاتون - (گیتانجلی میں دکھلا کر) "کیا حضرت مصنف کی صورت بالکل ایسی ہی ہے؟ ماشاءاللہ! کیا پاکیزہ ہندوستانی خد و خال ہیں"-

میں نے بمشکل تمام ٹیگور کے ان غائبانہ مداحوں سے رہائی پائی -

Kipling نے تاب نہ لاکر ان تمام ہنگاموں سے دور خاموشی میں پناہ لی تھی - ایک شب ایک بزم شعرا میں جانے کا اتفاق ہوا: وہاں ایک نوجوان شاعر نے جن کی ذات سے آئندہ انگریزوں کو بڑی امیدیں ہیں، کہا "جس دن سے ٹیگور کا کلام شائع ہوا ہے میں نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا ہے اور اسی سوچ میں ہوں کہ آخر کیا کہوں" اسکے بعد جب میں انگلستان سے المانیہ واپس آیا، وہ عین وہ زمانہ تھا کہ نوبل انعام کو عطا ہوئے دس بارہ روز گذرے تھے، ٹیگور کا نام زبانزد تھا اور ہر کہ و مہ کے لب پر بھی یہی تذکرہ تھا - علمی اور شاعرانہ دنیا میں کیا چرچے

تھے ۔ ہفتہ بھر کے اندر گیتان جلی ترجمہ ہو کر شائع ہو گئی تھی اور مہینہ کے ختم تک "باغبان" اور "ہلال" کے تراجم کے طبع ہوجانے کا اشتہار تھا ۔ ایک روز میں نے ایک دکان میں چار پانچ روز کے بعد سنا کہ شاہ سیکسنی کے حکم سے مجارستان (ہنگری) کی مشہور زمانہ مغنیہ نے گیتان جلی کے چودہ مقامات حفظ کر شاہی سرودخانے میں سنا کر بے حساب داد حاصل کی ۔

ایک مہینہ کے اندر اندر علاوہ "باغبان" اور "ہلال" کے تراجم کے رابندر ناتھ ٹیگور کی سوانح عمری بھی شائع ہو گئی ۔

یہ دو ممالک کی چشم دید حالت ہے؛ اور اقالیم میں بھی ایسی ہی قدر و منزلت ہوئی ۔

اہل فرانس کو نہایت وثوق سے یقین تھا کہ نوبل انعام اناطول فرانس کو ملے گا لیکن باوجود مایوس ہونے کے وہ قدردانی میں کسی سے کم نہیں رہے ۔ یورپ کی کوئی زبان بھی شاید ایسی ہو جس میں ٹیگور کا مجموعۂ نظم ترجمہ نہ ہوگیا ہو ۔ رومانی، سربی، مجاری، ہنگیرین) زبانوں تک میں ترجمہ کا مجھے ذاتی علم ہے ۔

جب میں ہندوستان واپس آیا تو میرا خیال تھا کہ یہاں کی علمی دنیا میں بھی یہی حالت ہوئی ہوگی اور ٹیگور کے اعجاز قلم نے سب کو حیرت میں ڈال دیا ہوگا لیکن یہاں عام طور پر تعلیم یافتہ جماعت کو ٹیگور

کے نام تک سے نا آشنا ، اور خواص کو اس کی خوبیوں کا منکر پایا : یہاں کے علمی طبقوں میں یہ حالت دیکھی کہ سخن فہموں کو داد تک دینے میں انماض تھا ، خود بنگال میں صدائے مخالفت بلند پائی ع - چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی - ہندوستان کی منطق یہ ہے کہ ٹیگور اور اقبال ہمارے ملک کے لحاظ سے بڑے شاعر نہیں ہیں بلکہ اکابر یورپ کے شعرا سے مقابلہ کرنا اور ان کو مغنیان فرنگ کا ہم پایہ خیال کرنا یا ، استغفراللہ ، ان سے ارفع اور اعلی قرار دینا نہ صرف سوء ادب بلکہ گناہ ہے : کہاں ہندوستان کی تیرہ خاک ، کہاں یورپ کی خلد زار ، یہ خاک اور وہ عالم پاک ، یہاں کے ساکنوں کو وہاں کے مکینوں سے نسبت ہی کیا ہے -

اگر یورپ خود ٹیگور کی تعریف میں رطب اللسان ہے تو یہ کسر نفسی بھی کوئی مغربی ادا ہے اور اس میں بھی کوئی راز ہے ، ورنہ ہند کی خاک سے کوئی فرزانہ کب اُٹھ سکتا ہے -

میں نے کہا کہ دعوئی الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ "ہاں غلط اور سر بسر غلط"

ایک صاحب نے جو انگلستان کی ایک معروف کلیسہ کے فرزند ہیں ، اور انگریزی زبان میں شاعری بھی کرتے ہیں ، فرمایا "ٹیگور نے خیالات عیسویت نے خیالات ہیں جو اس نے برہمو سماج کے ذریعہ سے ورثہ میں پائے ہیں -

اہل یورپ نے مصلحتاً رابندر ناتھ ٹیگور کو مشہور کردیا ہے، ٹیگور کی شہرت سے در حقیقت تبلیغ دین مسیحی مقصود ہے"۔

اس اعتراض کا بہترین جواب گیتان جلی کے محض سرسری مطالعہ سے کافی اور شافی مل سکتا ہے۔ جس بنگال کا ٹیگور فرزند ہے " وہ بنگال ہے جو چےتنیا دیو اور چلدراسین کے مشہور ناموں سے منسوب ہے"۔ جس شخص نے ٹیگور کے والد مہاریشی دوندرا ناتھ ٹیگور کی سوانح عمری کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ ٹیگور کا مذہب اپنشدوں کی "فانی تعلیم کے سوا کسی اور عقیدہ پر مبنی نہیں۔

ایک اور نہایت ذی علم جوان نے جن کا مطالعہ نہایت ہی وسیع ہے اور جو اکثر مغربی اور مشرقی ادب سے واقف ہیں، فرمایا کہ "میں ٹیگور میں کوئی نئی بات نہیں دیکھتا۔ یہ تمام خیالات قدیم ہندو اور جدید ہندی شاعری میں موجود ہیں"۔ یہ اعتراض ایسا ہی ہے جس طرح کوئی شخص " میردرد " " خواجہ حافظ " اور " حکیم سنائی " کے کلاموں میں اس وجہ سے کہ تینوں تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، امتیاز نہ کرسکے۔ یہ بجا ہے کہ ٹیگور کی بہت سی تصنیفات کالیداس سے مشابہ ہیں لیکن یہ محض اس وجہ سے ہے کہ دونوں خاص ہندی استعارات سے کام لیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ٹیگور کے بہت

سے خیالات کبیر سے ملتے ہیں، لیکن اس کا باعث صرف یہ ہے کہ دونوں کا کلام حمد و سپاس الٰہی میں ہے۔ انگلستان میں بھی چند اشخاص نے جن کی تعداد دو تین سے زیادہ نہیں ٹیگور کے کمال کا انکار اسی پیرایہ میں کیا ہے۔ ایک صاحب ٹیگور کو شیلے کا خوشہ چیں بناتے ہیں اور ایک فرانسس تامپ سن کا مقلد خیال کرتے ہیں۔

میں نے خود ایک زمانہ ہوا گیتان جلی کا ترجمہ کرنے کا قصد کیا تھا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ ترجمہ نظم (غیر مقفیٰ) میں کروں تاکہ جہاں تک ہو سکے کلام کی خوبی قایم رہے، لیکن چونکہ ٹیگور نے کلام کو ترجمہ میں ادا کرنے میں اس کی عظمت کے لحاظ سے ایسی ذمہ داری مجھ پر عاید ہوتی تھی جس کا میں متحمل نہ ہوسکا، یہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ دس پندرہ مقامات ترجمہ کرکے رہ گیا یہاں بطور نمونہ کے ایک مقام کا ترجمہ درج کرتا ہوں۔

(نوش عیش)

عمر کا میری ہے حاصل بس یہی لبریز جام
نوش جاں حاضر جو ہے بہر کرم فرمائیے

جہاں مجھے ملک کی ناقدردانی کا افسوس رہتا تھا وہیں اپنی بے کمالی کا رنج رہتا تھا، لیکن وہ بربط جس پر ٹیگور کے ترانۂ توحید کی شور انگیزی بلند ہو

میری آغوش میں نہ سماتا تھا، میری ارضی طبیعت اس کی سماوی علوئیت کی تاب نہ لاسکی، لیکن الحمد للہ جس کام کو میں نہ کرسکا اُس کو ایک قابل ادیب نے پورا کیا۔

نسل شام کے اجداد نے عرب کے اُس دشت ناپیداکنار کی آغوش میں تربیت پائی تھی جو ایک شیشۂ ساعت کی طرح تھا اور جس میں وقت مدام ریگ امتدادی میں مشغول رہتا تھا، اس صحرائے سموم میں ویرانی کے سوا کوئی آباد نہ تھا، جب سموم رک جاتی تھی تو ہر جانب ایک پر رعب فضا پیما خاموشی مسلط ہوجاتی تھی۔ کسی درندہ کی ہولناک چیخ تک سکوت کو نہ توڑتی تھی۔ یہاں قدرت محض آفتاب، ماہتاب، ستاروں اور ریت کا مجموعہ تھی۔ سورج کی تاب و تابش میں بھی ایک جلوۂ قہر تھا۔ ریت کی طپش جان اور آرام کی دشمن تھی۔ چاند ستارے خوبصورت ضرور تھے مگر بےفائدہ، اس لئے گو نسل شام نے کواکب پرستی کی بنیاد ڈالی تھی لیکن ان کے دل نے اپنے عقیدہ پر خود گواہی نہ دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو تقریر شمس و قمر کے طلوع و غروب اور ستاروں کو دیکھ کر کی وہ تمام نسل شام کی فریاد تھی جو دلوں سے زبان تک آگئی تھی۔ گویا توحید یعنی یکتائی کا خیال قدرت نے ان کے دلوں میں خود ودیعت کر رکھا تھا۔ آفتاب کا ثانی

کوئی نہ تھا ' ماھتاب اپنی مثال نہ رکھتا تھا ' ازل اور ابد کے تصورات بھی تمثیلاً دل میں موجود تھے' کہیں سے کہیں نکل جانے پر بھی میدائے لاجورد اور سراب دشت رفاقت نہ چھوڑتے تھے نہ صورت بدلتے تھے' اس لئے جب ان کو ایک ھستی سے آگاہ کیا گیا جو علایق دنیا اور قیود عالم سے آزاد ھے' سب سے بالا ' موجودات سے ارفع ' ازلی ابدی یکتا ھے' اور جو مہر و ماہ ریگ و دشت عرش و فرش سے لا تعلق ھے' جس کا علم قیاس و گمان بلکہ وھم سے برتر ہے' تو انہوں نے بہ‌دل تسلیم کرلیا تو یہی مطلوب تھا جس کی ان کو تلاش تھی -

آریہ نسل کے اسلاف نے جو ایران اور وسط ایشیا سے ھندوستان آئے' ان عظیم‌الشان بیابانوں کو جن کو قدرت نے شیر و اژدر کی نشیمن‌گاہ بنایا تھا اپنی فرودگاہ مقرر کیا ' دامن ھمالیہ اور بندرابن کے قدرتی سر سبز سائبان معبد اور مندر قرار دئے گئے' جدھر نظر اٹھتی تھی' آب رواں اور سبزہ زار پیش‌نگاہ تھا ' پیکر منصوص میں خدائی کار فرما نظر آتی تھی' اور ھر میدان و جبل دریا اور رود آب سے اناالحق کی صدا بلند ھوتی تھی' گوناگوں اثمار شیریں من و سلوا کا کام دیتے تھے اور برفاب سے لبریز چشمے پیاس بجھاتے تھے' قدرت خود قاضی‌الحاجات تھی' طیور کی زمزمہ سنجی بزم‌سماع اور شاھدان‌گل کی حسن آرائی محفل وجد تھی- کثرت میں ذات باری

پنہاں بلکہ آشکار نظر آتی تھی -

جب عربوں کا فارس پر اور مسلمانوں کا ہند پر تسلط ہوا تو ان دونوں کے مذہبی خیالات کا بھی ایک دوسرے پر تصرف ہوا - اس سے ایران میں تصوف نے فروغ پایا لیکن فطرتاً تصوف آریہ نسل کے عجمی مسلمانوں کی طبائع سے زیادہ رابط تھا - عربی الخیال مسلمانوں نے عموماً اپنی قدیم اسلامی روایات کو قائم رکھا - شاعری ایک وسیع حد تک مذہب کی تابع ہے' اس لئے ایک جانب تو صوفی شعرا ' خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ ' خود رند سبوکش' کی تفسیر بیان کرنے لگے - دوسری جانب اسلامی شعرا ان الفاظ کا ورد کرتے رہے -

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
در ہرچہ خواندہ ایم و شنیدیم و گفتہ ایم

اردو شاعری میں بھی جو فارسی کا تتبع ہے دوئی کی کیفیت موجود ہے - ایک فریق فارسی 'ہمہ اوست' اور ایک عربی 'از ہمہ اوست' کا قائل ہے - اس کے مقابل ہندو شاعری کی بنیاد ابتداء ہی سے وحدت الوجود پر مبنی ہے' ٹیگور کی شاعری ہندی شاعری ہے -

فیضی کا سر دیوان شعر ہے -

یا ازلی الظہور یا ابدی الخفا
نورک فوق النظر حسنک فوق الثنا

خواجہ میردرد اپنا کلام یوں شروع کرتے ھیں :—

مقدور ھمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا
حقا کہ خداوند ھے تو لوح و قلم کا
جس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ھے
کیا تاب گذر ھووے تعقل کے قدم کا

لیکن ٹیگور فرماتے ھیں " ایک جام سفال ھوں جس کو وہ رند حقیقی رنگارنگ سے معمور کرتا ھے، توڑ دیتا ھے، اور اعجاز کوزہ گری سے وجود میں لاکر الوان شراب سے لبریز کردیتا ھے، نہ میرا کوتاہ پیمانہ بھرتا ھے نہ وہ میکش سیر ھوتا ھے، نہ ھماری ازلی اور ابدی لب نوشی ھے -

خوشی میری اسی میں ھے نیا اک جام گل مجھ کو
بھرے، خالی کرے، ھر دم زلال زندگانی سے

یا کہتے ھیں " دنیا ایک صنم کدہ ھے، میرا صورتگر خود میرا عاشق ھے - اس کا ذی حیات مس میرے تمام اعضاء پر محیط ھے"

یا کہتے ھیں "میں وہ منتظر عورت ھوں جو اپنے شیام سندر کے انتظار میں سونی سیج پر طوفانی راتوں میں اس کی آمد کی گھڑیاں گنتی رہتی ھوں - وہ کسی جنگل کے کنارے بعید کی تاریکی کے پر پوچھ عمق سے آنے والا ھے،

آہ وہ بھی کیا ستم ظریف ہے، ہمیشہ اس وقت آتا ہے جب میں تھک کر سو جاتی ہوں، اور اپنے بربط کے نغموں سے میری نیند کو بھر دیتا ہے اور میں اسکے دیدار سے چونک چونک جاتی ہوں جس کی سانس میری نیند کو چھو چھو جاتی ہے -

''جب صبح کو عورتوں کے ساتھ پانی بھرنے جاتی ہوں تو کنویں پر جہاں ''ساھلا'' اور نیم کے درخت ہیں وہ آتا ہے اور ہتھیلیاں جوڑ کر مجھ سے پانی مانگتا ہے، اس کی طلب میں کیا شیرینی ہے، یہ حلاوت عمر بھر میرے دل سے نہ جائے گی -

''جب میں کاسۂ گدائی لے کر نکلتی ہوں تو وہ بادشاہوں کا بادشاہ بن کر زرین زرین رتھ میں سوار ایک عجیب آن بان سے آکر میرا راستہ روک لیتا ہے اور مجھے دیکھ کر مسکراتا ہے، نیچے اُتر آتا ہے، میں خیال کرتی ہوں میری حیات کا لمحۂ خوش کامی آگیا اور امید کرتی ہوں کہ اب دولت چاروں طرف بکھر جائے گی، لیکن ناگہاں وہ خود اپنا ہاتھ میرے سامنے بھیک کے لئے پھیلاتا ہے''-

یا کہتے ہیں، ''عالم ایک محفل سماع ہے، فرش زمین سے عرش بریں تک عالم امکان ترانۂ معرفت سے لبریز ہے،

بشنو از نے چوں حکایت میکند
و ز جدا ئیہا شکا یت میکند

اور وہ نے میں خود ہی ہوں" -

پھر اس نے کو تو لےکر ہر اک کہسار و وادی میں
زمیں میں کی ہے دم تو نے ہمیشہ تازہ موسیقی

یا کہتے ہیں کہ " نہیں' میں تو مغنی ہوں جس کی ملازمت حضور الہی میں نغمہ سنجی ہے

جب تو دیتا حکم ہے مجھ کو کہ ہوں نغمہ سرا
فخر سے دل میرا سینہ میں سما سکتا نہیں

"جب سب مغنی اپنا راگ ختم کرچکتے ہیں تو بربط نواز عالم خود ہی میں بربط اٹھا لیتا ہے' اس وقت کی کیفیت بیاں سے باہر ہے -

سرود تیرا کرے ہے روشن تما م عالم کو اے مغنی
ہے روح نغمہ رواں فلک پر مثال تار حیات دایم
رواں ہے' گو سلگ ہوں مزاحم ترے ترانے کا پاک دریا
ہے کیسی دل میں مرے تمنا شریک تیرے سرود میں ہوں

صوت سرمدی کو سن کر طائر روح عرش آشیاں ہونا چاہتا ہے -

اے طائران قدس را افزودہ عشقت نالہا
در حلقۂ سودائے تو روحانیاں را حالہا

چنانچہ کہتے ہیں -

طائر بازو کشادہ سینۂ دریا پہ ہے
میں بھی خوش خوش ہوں رواں پیش نظر ہے آشیاں
کر وسیع شہپال نغمہ عرش تک آیا ہوں میں
تیرا پابوس مقدس تو کہاں اور میں کہاں

وہ نغمہ جو اس محفل میں بجتا ہے سرود حقیقت ہے - اس سلطان الاذکار میں کوئی صدا یا ندا نہیں -

مرے نغمہ کی آرائش نہیں جز عین عریانی
لباس اور ظاہری زینت سے تن اس کا مبرا ہے
نہیں شبنم صفت اک پیرہن تک وصل میں حائل
نہ زیور جو تری سرگوشیوں میں غل سے خارج ہو

گویا بقول نظیر اکبر آبادی

دل ان کے تار ستاروں کے تن ان کے طبل طمانچے ہیں
منہ چنگ زباں دل سارنگی یا گھنگرو ہاتھ کمانچے ہیں
بن تاروں تار ملاتے ہیں تب نرت نرالا کرتے ہیں
بن ہاتھوں بھاؤ بتاتے ہیں بن پاؤں کھڑے گت بھرتے ہیں
جس گت پر ان کا پاؤں پڑا اس گت کی چال نرالی ہے
جس محفل میں وہ ناچے ہیں وہ محفل سب سے خالی ہے

ہیں راگ انھی کے رنگ بھرے اور بھاؤ انھی کے سانچے ہیں
جو بے گت بے سر تال ہوئے بن تال پکھاوج ناچے ہیں

یا کہتے ہیں ''عالم ایک باغ ہے جس میں میری ہستی ایک آرزومند پھول سے مشابہ ہے۔

اس ذرا سے پھول کو پھر کر قبول
شاخ سے چن لینے میں مت دیر کر
ورنہ مجھ کو خوف ہے اے گلعذار
خشک ہو یہ خاک میں مل جائے گا
گو پریدہ رنگ ہے اور بو نحیف
رحم کر اور توڑ لے قبل از غروب
وقت ہے باقی عبادت کا ہنوز
بتکدے میں کردے دیول پر نثار

ٹیگور کا علم الاخلاق اپنشدوں کی تعلیم پر مبنی ہے اپنشدوں کی تعلیم روحانیت کی تائید اور مادیت کے بطلان میں ہے: لیکن سوال یہ ہے کہ روحانیت کیا ہے اور مادیت کیا ہے۔

گیتان جلی کے مترجم نے اپنے دیباچے میں نئی روشنی کے جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو ترک روحانیت پر بجا ملامت کی ہے اور ان کی مغربیت کو جو ایک انجذاب گدایانہ اور تقلید غلامانہ ہے، قابل نفریں جنون اور دیوانگی سے تعبیر کیا ہے: لیکن ان کی تحریر واضح اور

عیاں نہیں ہے اور ان کے مافی الضمیر سے کافی اطلاع نہیں دیتی - اپنشدوں کے روحانی فلسفے کے متعلق اکثر ہندو مفسرین اس مغالطے میں پڑگئے ہیں کہ وہ دنیا کو محض مایا تصور کرتے ہیں اورصرف ترک دنیا کو ''نروان'' حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کرتے ہیں- اس مغالطے سے رہبانیت کا خیال ہندؤں کے اعتقاد میں راسخ ہوگیا ہے اور حیات ملکی اور ملی بجائے جہد للبقا میں صرف ہونے کے منتشر اور ضائع ہوتی ہے - مسلمان بھی لفظ روحانیت اور بے محل استغناء کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں- تیگور کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں : تیگور کا مذہب جبریہ نہیں بلکہ قدریہ ہے؛ وہ اپنی کتاب الاخلاق ''سادھنا'' میں کہتے ہیں، ''ماسوا کا ایک جزو ہونے کی حیثیت سے انسان نوامیس الہیہ اور قوانین قدرت کا ضرور مطیع ہے لیکن بالذات 'انا' قطعاً آزاد ہے'' -

سری کرشن مہاراج نے جو یہ فرمایا ہےکہ ''میں افعال سے بالا ہوں' ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کامل بشر بیکار اور بیمثل زندگی بسر کرتا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جہاد زندگی اور تنازع للحییات میں کامیابی اور ناکامی کے خیال سے آزاد ہو کر بےلوث کوشش کرنی چاہئے

تیگور ''سادھنا'' میں بیان کرتے ہیں' ''زندگی کی خوشی کام میں ہے؛ کام میں ایک عجیب لذت ہے ؛ یہ

لذت تکمیل حیات میں ممد و معاون ہے۔ کوئی ذی حیات اس قدر محنت اور مشقت نہیں کرتا جس قدر انسان، اور یہی انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی دلیل ہے۔ زندگی تغیرات باطنہ کو تغیرات خارجہ سے مماثل اور مناسب کرنے پر منحصر ہے۔ ہمارے ممالک میں لوگ حصول طاقت اور حصول وسعت کے روحانی اصولوں کو بھول گئے ہیں: لوگ "برهما" سے صرف مراقبے سے معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور عالم کون و فساد میں جہاں اس کی ذات ذرہ ذرہ میں مصروف جہد ہے اس کو دیکھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس یک طرفہ کیفیت سے ہندوستان کے مزاج میں ایک مجذوبیت پیدا ہوگئی ہے جس نے ہمیں دین اور دنیا دونوں سے کھو دیا ہے۔ اگر کوئی شخص گیتا نجلی کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ٹیگور کی تعلیم اعتکاف نشینی اور چلہ کشی ہے تو اس سے زیادہ کوئی اور غلطی ممکن نہیں۔ صومعہ نشینی گناہ ہے کیونکہ معرفت الٰہی کام میں ہے آرام میں نہیں۔ جو زن و فرزند اور فرائض زندگی اور علائق دنیا سے بھاگتا ہے وہ خود خدا سے بھاگتا ہے، چنانچہ گیتا نجلی میں کہتے ہیں: "یہ عبادت، نغمہ و سرود، یہ تسبیح خوانی چھوڑ، دروازہ بند کرکے، خانقاہ کے سنسان اور تاریک گوشے میں تو کس کی پرستش کر رہا ہے؟ آنکھیں کھول، دیکھ تیرا خدا تیرے روبرو نہیں، وہ تو وہاں ہے جہاں کاشتکار سخت زمین میں ہل چلا رہا ہے، جہاں

سڑک بنانے والا پتھر توڑ رہا ہے؛ وہ تو ان کے ساتھ دھوپ اور بارش میں ہے: اس کا ملبوس خاک سے اٹا ہوا ہے۔ یہ خرقہ سالوس اتار کے پھینک دے اور اس کی طرح خاک زمین پر اتر آ۔ زاہدانہ یا فلسفیانہ گوشہ نشینی ایک ابدی قبر ہے۔ آزاد وہ ہیں جو بنی نوع کو ظالمانہ قیود سے آزاد کرتے ہیں، جو حریت کے علم بردار ہیں، جن کا لقب فاتح ہے جن کو خدا نے اپنی تیغ جوہردار عطا کی ہے -

میرا خیال تھا کہ میں تجھ سے وہ گلاب کا ہار مانگوں گی جو تیری گردن میں ہے، لیکن ہمت نہ ہوئی - بالاخر صبح کی منتظر رہی کہ جب تو جانے لگے گا تو بستر پر چند اجزاء اس کے رہ جائیں گے، لے لوں گی۔ ایک بھکارن لڑکی کی طرح میں نے صبح کو تلاش کی کہ ایک دو ہی پریشان پنکھڑیاں مل جائیں لیکن مجھے کیا ملا؟ تیری محبت کی کون سی نشانی میں نے پائی؟ نہ وہ پھول ہے نہ کوئی خوشبودار مسالہ، نہ کوئی عطر کا ظرف، وہ تیری زبردست تلوار ہے، شعلہ کی طرح چمکدار اور گرج کی طرح وزنی، وہ تیری خوفناک تلوار ہے جن کے لئے زندگی ایک روز مشقت ہے، ان کے لئے موت ایک پر راحت شب آرام ہے، شبستان وصل کا دروازہ ہے - پھول گوندھ لئے گئے ہیں، ہار دولہا کے لئے تیار ہے، شادی کے بعد دلہن اپنا گھر چھوڑ دے گی اور اپنے مالک سے تنہا رات کے سناٹے میں ملے گی -

وضع اصطلاحات عامیہ

(۱) اے زبان! تو طاقت میں نمونۂ قدرت الٰہی ہے' دیکھ اس طاقت کو رائگاں نہ کھو اور اس قدرت کو خاک میں نہ ملا۔ (مولانا حالی)

زبان نے انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب دیا ہے' عقل کے اظہار کا ذریعہ نطق ہے اور نطق انسانی کا مشرف پیرایہ عقل ہے' اتحاد زبان تن قومی کی روح رواں اور جسم ملی کی جان ہے' زبان ہی وہ بنیاد ہے جس پر سیاست کی اساس قایم ہے' زبان ہی وہ معیار ہے جس سے یگانوں اور بیگانوں میں امتیاز ہوتا ہے' خود مذہب تک زبان کا تابع ہے' بقول شاعر

ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

غرض جس طرح نطق انسان کا خاصہ ہے ویسے ہی زبان قومیت، حکومت اور مذہب کی روح رواں ہے - جس طرح ایک جان دوسرا قالب اختیار نہں کرسکتی اسی طرح کوئی قوم اپنی زبان نہیں بدل سکتی- بہت سی قوموں نے جو بزور شمشیر یا بزورقلم دوسری قوموں سے مغلوب ہوگئی ہیں، اس تقلید کی بنیاد پر جو محکوم ملتوں کی غلامی کا راز ہے، یہ کوشش کی ہے کہ غالب قوم کی زبان کو کم و بیش اختیار کرلیں - لیکن ایسی سعی کا انجام ہمیشہ ان کی تباہی ہوا ہے : روما نے باوجود اس کے کہ تیغ نصرت اس کے ہاتھ میں تھی جب مفتوح یونان کی زبان کو اختیار کرنے میں جد و جہد شروع کی تو روما کی تہذیب میں انحطاط شروع ہوگیا اور علوم وفنون میں بجائے ترقی کے تنزل کے آثار نمایاں ہو گئے - یہ روما کی خوش قسمتی تھی کہ اہل روما وقت پر اپنی شدید غلطی سے واقف ہوگئے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ان کی ہستی بربادی سے محفوظ رہ سکتی - یورپ میں جب تک مادری زبانوں کے مقابلے میں لاطینی کو فروغ رہا اہل یورپ علم اور حقیقی آزادی دونوں سے محروم رہے، لیکن روما اور یورپ میں زبان میں کورانہ تقلید کے اثر کو سیاسی آزادی نے ایک حد تک باطل کردیا تھا، مگر ہمارے قبضے میں نہ قلم تعلیم ہے نہ سیف سلطنت - اگر ہم اپنی زبان کی طرف سے ایسے ہی غافل رہیں جیسے کہ عام طور پر ہیں تو اس کا انجام ہماری قطعی اور

یقینی قومی موت ہے -

میں پھر کہوں گا کہ زبان فاتح کی تلوار کی آواز کا نام نہیں ہے' فاتح اپنا خطبہ اور سکہ جاری کرسکتا ہے لیکن اپنی زبان جاری نہیں کرسکتا: مفتوح فاتح کا مذہب اختیار کرسکتا ہے لیکن اس کی زبان اختیار نہیں کرسکتا؛ زبان ملک اور ملت کے قلب کی حرکت کی صدا ہے -

آج ہم میں چند لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ہندوستان اور یورپ میں تعلیم پاکر انگریزی اور دیگر السنہ مغربیہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں' لیکن زمانہ ان تصنیفات کا سب سے بڑا دشمن ہے - ہر تصنیف ہمارے اہل ملک کی جو اردو میں نہ ہو' ایک عارضی ہستی رکھتی ہے - ہندوستان میں انگریزی کا یہ زور شور ہے کہ ہندوستانی شعرا تک انگریزی میں کلام موزوں کرتے ہیں - اسی طرح انگلستان میں شکسپیر اور ملٹن کے زمانے میں لاطینی میں اگر شعر کہا جاتا تھا تو داد ملتی تھی اور مادری زبان میں عمدہ سے عمدہ کلام کا کوئی پرساں نہ تھا - آج کوئی بتا سکتا ہے کہ وہ لاطینی شاعری کہاں ہے؟ عجائب خانوں کی دائم مقفل الماریوں کے سوا ان اجزاء کا کہیں پتہ نہیں اور لاطینی الاصل اہل زبان کی رائے میں وہ کلام طالب علموں کی مشق سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا' لیکن ملٹن کی وہ انگریزی تصنیف جس کا معاوضہ مصنف کو

بمشکل تمام بیس روپیہ ملا تھا اور جس کو ہر شخص حقارت سے دیکھتا تھا ، اب انگریزی علم ادب کی جان ہے، انگریزی ملت کی ہستی آج ملٹن اور شکسپیر کے کلام پر قایم ہے -

ہندوستان میں زبان سے غفلت کا الزام تمام قوم اور ملک کے سر پر ہے، کوئی طبقہ ایسا نہیں جس کو اس بارے میں مستثنی سمجھا جائے - اردو کا سب سے پہلا اور بڑا دشمن ہندو مسلمانوں کا باہمی نفاق ہے - ہندو کہتے ہیں کہ ہندوستان کی مادری زبان ہندی ہے، مسلمان کہتے ہیں کہ اردو ہے - محض الفاظ نے دونوں کو مغالطہ دیا ہے - یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ مسلمان اردو میں ہندی الفاظ کی تعداد کو کم اور عربی اور مشکل فارسی الفاظ کی تعداد کو زیادہ کرتے جاتے ہیں اور ہندو ہندی سے سہل اور رائج عربی اور فارسی الفاظ کو خارج ، اور غیر مانوس اور ادق سنسکرت الفاظ کو ان کی جگہ داخل کرتے جاتے ہیں - اگر یہ افراط و تفریط یوں ہی جاری رہی تو اردو اور ہندی سچ مچ دو جدا اور مختلف زبانیں بن جائیں گی، ہندو اور مسلمانوں کو اپنی اس غلطی پر متنبہ ہونا چاہئے، کیوں کہ دونوں کی یہ نادان دوستی زبان اور ملک کے حق میں عین دشمنی ہے - اردو کی ترقی میں دوسرا امر مانع یہ ہے کہ علماء اور قدیم تعلیم یافتہ اردو کو عربی اور فارسی کے مقابلے میں غیر ضروری

اور کم وقعت جان کر اردو کی جانب توجہ نہیں کرتے۔ ان بزرگوں نے جہاں اردو کو اور طریقوں سے نقصان پہنچایا ہے وہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ عربی عبارت ہمیشہ خلاف محاورہ اُردو میں ترجمہ کرتے ہیں' قدیم مدرسہ عربیہ دہلی' دیوبند اور تمام عربی فارسی مدارس اور مدرسین پر کتنا بڑا الزام ہے کہ آج تک کتب تفاسیر' حدیث' فقہ' منطق فلسفہ اور ادب کی ضروری سے ضروری کتابیں بھی عام فہم محاورہ اردو میں ترجمہ نہیں ہوئیں: طبیب ہندوستان میں آج تک فارسی میں نسخہ لکھتے ہیں۔

لیکن وہ گروہ جو سب سے زیادہ مورد الزام ہے' جس کے افراد آنکھیں رکھتے ہیں مگر اردو پڑھنے کے لئے اندھے ہیں' کان رکھتے ہیں لیکن اردو سننے کے لئے بہرے ہیں' زبان رکھتے ہیں لیکن اردو بولنے کے لئے گونگے ہیں' جدید تعلیم یافتہ گروہ ہے۔ تمام انگریزی مدارس' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم غیر زبان میں ہوتی ہے۔ اردو کی تعلیم پانچ سات ابتدائی جماعتوں کے بعد قطعاً بند ہوجاتی ہے' علاوہ ازیں مضمون ریاضی' تاریخ' جغرافیہ' منطق' جملہ علوم کی تعلیم انگریزی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ جو قوم یوں اپنی زبان سے غافل ہو وہ دنیا میں کیا فروغ پاسکتی ہے؟ جس ملک کے لوگ اپنی مادری زبان کو پس پشت ڈال دیں اُس کی خاک سے بھلا کب کوئی فرزانہ اُٹھ سکتا ہے؟ جو ملت اپنی زبان کو باعث ننگ اور دوسروں کی زبان کو مایۂ ناز

خیال کرے اُس میں کیا خود داری آسکتی ہے؟ یہ اپنی زبان میں تعلیم نہ پانے کا اثر ہے کہ سنہ ۱۸۷۵ع سے آج تک مغربی تعلیم پانے کے باوجود کوئی قومی اور ملکی نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ جاپانیوں نے صرف ستر سال کی جدید تعلیم سے یورپ کی ہم نشینی کی قابلیت حاصل کرلی ہے۔ مغرب میں عورتوں کی تعلیم کو صرف چالیس برس ہوئے ہیں، جو لوگ کہ اب اظہار خیالات کے لئے غیر زبان کے محتاج ہیں اور جو آئندہ اگر یہی روش قائم رہی تو اور زیادہ دست نگر ہوں گے، وہ کیا قوم و ملت کی بنیاد ڈال سکتے ہیں ؟ انکی زندگی ایک تقلید غلامانہ اور ایک انجذاب گدایانہ ہونی ضروری ہے، ہندوستان کی مختلف السنہ میں جو تنازع بقا ہورہا ہے وہ اردو، ہندی، بنگالی، مرہٹی، گجراتی وغیرہ زبانوں کے درمیان ہے۔ اگر ہماری توجہ صرف انگریزی کو ''میاں مٹھو'' کی طرح حاصل کرنے میں ہی صرف ہوتی رہی تو اس جہد للبقا میں اردو آخر کب تک قایم اور زندہ رہ سکتی ہے؟ ہمارے طالب علم جو ہماری آئندہ نسل ہیں، ہندوستان اور دنیائے اسلام کے آئندہ وارث ہیں، جن سے ہماری تمام آئندہ توقعات وابستہ ہیں، جب اپنی مادری زبان سے غافل ہوکر اور اردو کی جانب سے پشت پھیر کر رات دن کی شدید محنت اور سخت آگ اور ظالمانہ ضربات کی مدد سے انگریزی تعلیم کی زنجیر تیار کرتے ہیں تو بالاخر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ جس وقت آخری کڑی وصل ہوجاتی

ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ زنجیر خود انہیں گرفت میں لئے ہوئے ہے۔

ہمارے ملک کے نئے تعلیم پائے ہوئے اہل قلم انگریزی زبان میں تصنیف و تالیف کرتے ہیں: ان کا وقت دن رات انگریزی اور مغربی علم ادب کے مطالعے میں صرف ہوتا ہے: ان کے کتب‌خانوں میں اردو، فارسی اور عربی کتابوں کا وجود کمیاب بلکہ نایاب ہے؛ ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو اردو ادب، فارسی شاعری اور عربی علوم سے واقفیت رکھتے ہوں اور جن کو علوم مشرقیہ کی معلومات میں اضافہ کا شوق ہو۔ گفتگو میں وہ علوم و فنون اور حکمت کی مصطلحات پر تو کیا روزمرہ کے الفاظ تک پر قدرت نہیں رکھتے؛ ان کی زبان اردو اور انگریزی الفاظ کا ایک عجیب آمیزہ ہے، ان کی تقریروں میں جس قدر ریطوریقا کا زور بڑھتا جاتا ہے انگریزی الفاظ کی تعداد میں اسی نسبت سے اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

وہ اعلیٰ ترقی جس کے ہم آرزومند ہیں اور وہ سچی آزادی جس کی ہم خواہش رکھتے ہیں، اردو کی کف پا کے نیچے ہے۔ زبان وطن کا کلام ہے اور وطن کا کام وطن کے کلام سے جدا نہیں۔ جب تک طلباء کو ہندوستان میں مادری زبان میں تعلیم نہ دی جائے گی تعلیم جزو حیات بن ہی نہیں سکتی، اور تاوقتیکہ اردو کو ذریعۂ تعلیم نہ بنایا جائے گا، اگر ہم میں سے ہر ایک کے

سر میں ہزار دماغ ہوں تب بھی بیکار ہیں، میں پھر کہتا ہوں کہ جدید تعلیم یافتہ طوطے کی طرح آواز نگار اور صورت پرست ہیں اور ان کا عدم اور وجود برابر ہے، بلکہ ان کا وجود عدم سے بدتر ہے؛ اگر وہ تعلیم یافتہ نہ ہوتے تو شاید قوائے جسمانی سے ہی (جن کو جدید تعلیم نے مضمحل کردیا ہے) تنازع بقا میں اپنی ہستی کے قایم رکھنے کے زیادہ قابل ہوتے -

(۲) زبان جسم ہے اور خیالات اُسکی روح ہیں- کسی ملک کی تہذیب کی ترقی کے لئے صرف یہ ہی کافی نہیں ہے کہ مادری زبان ذریعہ تعلیم ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن مضامین میں تعلیم دی جائے وہ قومی اور ملکی ضروریات کے لحاظ سے مقرر کئے گئے ہوں- نصاب تعلیم کوئی ترکہ نہیں ہے جو ایک نسل سے دوسری کو وراثت میں ملتا ہو بلکہ ہر قوم اور ملت کی ہر نسل کو اپنے نصاب تعلیم کو ازسرنو ترتیب دینا ضروری ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے اہل ملک اور اہل قوم اس سے واقف نہیں؛ قدیم درسگاہوں میں اب تک درس نظامیہ کی پابندی ہے اور جدید انگریزی مدارس اور کالجوں میں تمام علوم مشرقیہ ''ٹکسال باہر'' خیال کئے جاتے ہیں؛ محض علوم مشرقیہ اور عربی کی قدیم تعلیم اس زمانہ میں کئی وجوہ سے غیر مفید اور نقصان دہ ہے؛ عربی تعلیم علوم جدیدہ کی واقفیت کے بغیر قوم کے حق میں بجائے آب حیات کے

زہر ہلاہل اور نوش قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ جب تک علوم مشرقیہ کا مطالعہ تنقید اور نکتہ چینی کی نظر سے نہ کیا جائے گا اور کھرے کو کھوٹے سے جدا نہ کیا جائے گا' علوم مشرقیہ کی جد و جہد میں بجائے آزادانہ اجتہاد کے غلامانہ تقلید اور بجائے علمی ہمت کے علمی پست ہمتی پیدا ہوگی۔ کون نہیں جانتا کہ علوم عربیہ اور مشرقیہ کے بہت سے حصے جدید تحقیقاتوں کی رو سے غلط ثابت ہوچکے ہیں۔ پس جب تک طالبعلم کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ غلطیاں کیا ہیں اور وہ ان سے اجتناب کرسکے' علوم مشرقیہ کی تعلیم نیم جہالت نہیں ہے تو کیا ہے؟ ہم ایسے سیاسی اور تمدنی حالات میں گرفتار ہیں جہاں زمانے کے ساتھ حرکت نہ کرنا موت کا مترادف ہے۔ جسٹس امیر علی اپنی یادگار وقت تصنیف میں فرماتے ہیں:-

"جو قوم اپنے مردہ زمانۂ ماضی کو فرسودہ عبا میں ڈھانپنے کی کوشش کرتی ہے اُس کے نصیب میں اول ہی سے صفحۂ ہستی سے مٹنا لکھا ہے"

چونکہ زمانے کو محض قدیم علوم کی ضرورت نہیں' یہ علوم وجہ معاش میں بھی بہت کم مدد دیتے ہیں۔ آج کل دنیا کی نعمتوں اور ملکی اور قومی آسائش کا مدار تعلیم جدید پر ہو گیا ہے۔ جسٹس شاہدین مرحوم لکھتے ہیں:

"وجاہت ظاہری لازمی ہے' اسلام کوئی مٹی کی مورت نہیں بلکہ یہ مجموعہ ہے مسلمانوں کی صورتوں کا'

اگر مسلمانوں کی صورتیں پاکیزہ ہیں ' لباس عمدہ اور شاندار ہیں' چہرے اُداس نہیں بلکہ ارغوانی ہیں' بشرے سے آثار جاہ و جلال پائے جاتے ہیں تو اسلام کی عزت ہے اور اگر وہ پھٹے حالوں میں ہیں' بھوکے پیاسے ہیں' کمزور اور ناتواں ہیں اور دنیا میں اُن کی کوئی توقیر نہیں تو اسلام کی ذلت ہے - دین و دنیا کہنے کو چاہیں الگ ہوں مگر دراصل لازم و ملزوم ہیں ' بلا ترقی دنیاوی ممکن نہیں کہ دین میں شان و شوکت پیدا ہوسکے''

لیکن جہاں قدیم تعلیم یافتہ گروہ کا قدیم علوم کو تمام جدید تحقیقات علمی سے بالا خیال کرنا بیجا ہے وہیں جدید تعلیم یافتہ گروہ کا جدید علوم کی خواہ مخواہ پرستش کرنا بھی غلط ہے' جدید علوم وفنون معاذاللہ وحی خداوندی نہیں ہیں جنہوں نے قدیم علوم کا دفتر مٹا دیا ہو' جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مغربی علوم ہی جو جدید ہیں تحصیل کئے جانے کے مستحق ہیں اور جدید کو چھوڑ کر قدیم میں وقت صرف کرنا تضیع اوقات ہے اُن کو باوجود تعلیم پانے کے جاہل سمجھنا چاہئے' جس مغرب کے آستانہ پر اس خیال کے لوگ شبانہ روز سجدہ گزار ہیں وہ مشرق ہی کا ادنیٰ شاگرد ہے' جو بات قدیم مصری کاہن سائس نے یونانی مقنن سولن سے کہی تھی وہ نہایت سبق آموز اور ہمارے حسب حال ہے :-

"اہل یونان! تم ہمارے سامنے بچے ہو، افلاطون جس پر تم کو ناز ہے ہمارے ہی مکتب کا فرزند ہے، تہذیب کی دبستان ہی میں تم سب نے تربیت پائی ہے، تمہارا فیثا غورثی فلسفہ ہم ہی نے تم کو تعلیم کیا ہے اور تم کو جو عقل و دانش سے عاری تھے، ہم ہی نے غور و فکر کے جوہر سے مزین کیا ہے، تمہارا فلسفہ ابتہاج اور تمہارا فلسفہ غم ہمارا ہی عطا کردہ ہے، ہم ہی نے تم کو رونا اور ہنسنا سکھایا ہے، الف سے لے کر یے تک جو کچھ تمہارا سرمایہ ناز ہے ہمارا ہی دیا ہوا ہے۔"

علم فقہ کو لیجئے، روما کی قدیم فقہ پر آج تمام یورپی فقہ کا اساس قایم ہے، روما کی مشہور و معروف فقہ کی بنیاد کس چیز پر قایم ہے؟ اُن کے تمام قانونی ادب میں سے ہم تک صرف چند کتابیں بازکٹ، گایوس ناول، لیطلنیان وغیرہ پہنچی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلامی فقہ کو مذہبی مسائل سے محفوظ ہے، ایک بحر ذخار ہے، آج یورپ اور ایشیا کے کتب خانے ہماری فقہ کی سینکڑوں کتابوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر روما والے دوچار مذاہب میں تقسیم ہیں تو ہمارے فقہاء میں سو مذاہب ہیں، اگر کوئی خلیفہ وقت لیطنیان کی طرح ان تمام مذاہب سے ایک نیا مدرسہ ترتیب دینے کا حکم دے تو موجودہ زمانے کے جدید ترین قوانین سے بہتر ایک مجموعہ قانون مدون ہو سکتا ہے۔ کیا عقل سلیم یہی مشورہ دیتی ہے کہ روما کی چار

گلی چلی کتابوں کا مطالعہ قانونی علم حاصل کرنے کے لئے کافی ہے اور اسلامی فقہ کی سینکڑوں کتابوں میں سے منتخب کتابوں کا مطالعہ ناکافی ہے؟ کیا عقل کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمان طلباء اپنے قانونی علم کی بنیاد روما کی درسیات پر رکھیں اور اسلامی کتب کو طاق نسیاں پر ہی رہنے دیا جائے؟ روما کے قوانین کی تحقیق اور جستجو سے ہمیں کیا حاصل ہے؟ اسلامی فقہ کی چھان بین، تنقید و تحقیق سے ہم اسلامی قوانین میں ایک تازہ روح پھونک سکتے ہیں۔

فلسفہ جس کے ساتھ ہمیشہ لفظ جدید فی زمانہ کارآمد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے نہ معلوم کن معنوں میں نیا اور پرانا ہوسکتا ہے اور کس طرح فلسفۂ مغرب کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے! وحدت الوجود اور تصوف میں آج تک عجمی مسلمانوں سے کوئی سبقت نہیں لے گیا، اپنشدوں کی تعلیم لافانی ہے، جہاں یورپی فلسفی آکر رک جاتے ہیں اور اپنے عجز کا اقرار کرتے ہیں وہاں ہندو فلسفی بےخوف محیط کی انتہا اور بسیط کی ابتدا تک چلے جاتے ہیں۔

فنون لطیفہ میں جو قومی خصوصیات پر مبنی ہیں مغربی تقلید اگر اظہار جنون نہیں تو کیا ہے؟ لیکن تمام ہندوستان قدیم سازوغنا کو ترک کرکے مغربی باجوں

اور کانوں پر فدا ہے' سریندرو موہن ٹیگور' کمار سوامی' جیسے ماہرین کی رائے سے عام طور پر واقفیت تک نہیں ان پر عمل کجا۔ افلاطون نے اپنی کتاب ''جمہوریت'' میں بیان کیا ہے - ''غیر موسیقی کو اپنے ملک میں دخل نہ پانے دو کیونکہ یہ رفتہ رفتہ قوانین کو درہم برہم کر دیتی ہے اور تمام نظام قومی حتیٰ کہ آئین سلطنت کو تبدیل کر دیتی ہے اور ملت کے شیرازہ کو پراگندہ کر دیتی ہے'' کچھ موسیقی پر موقوف نہیں' جہاں حقیقی لذت گوش نہیں وہاں قوت بصر بھی مفقود ہے' علم بازی اور مصوری میں ہمارے نوجوان جدید تعلیم یافتہ ان مجسمات اور تصاویر کو دیکھ کر جو عکاسی کے درجے سے بہت کم بلند ہیں بیخود ہوجاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ قدیم یونانی اور جدید اطالوی احیاء کے بعد کا فن جس پر وہ جان دیتے ہیں مصر' اسیریا اور قدیم ہند کے فن کی گرد کو بھی نہیں پہونچتا۔ اجنتا کے غاروں میں جو تصویریں ہیں ان میں جو رنگ ہے تمام یورپ کے نگارخانوں میں پھر جائیے وہ رنگ کسی مصور کے قلم نے نہیں دکھلایا' نت راجہ یا گیانی بدھا سے مائلوں کی زہرہ کو کچھ نسبت نہیں لیکن ہمارے بہت سے جدید تعلیم یافتہ جو یونانی زندگی میں زہرہ کی حیثیت سے بھی واقف نہیں اور اسکو محض ایک بازوشکستہ عریاں عورت کی حیثیت سے دیکھتے ہیں ان پر غش ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 'قدیم' اور 'پالگ ناطن' ہندوستان' مصر' اور

اسیریا کے قدیم اہل فن کی شاگردی کا دعویٰ بھی نہیں کرسکتے -

(۳) علوم کی حالت جامد اجسام کی سی نہیں جو ایک دوسری کا جزو بدن نہیں ہوسکتے بلکہ پودوں کی سی ہے جن میں باہم پیوند لگایا جاسکتا ہے- ہندوستان کے علمی احیاء کے لئے لازمی ہے کہ علوم مشرقیہ کی شاخ کہنہ میں علوم جدیدہ کی قلم لگائی جائے - ضرورت اس امر کی ہے کہ ایشیائی قدیم نقطۂ نظر اور یورپی جدید نقطۂ خیال کا اجتماع سعدین ہو تاکہ ہمارے اسلاف کے علوم و فنون جو بقول مولانا نزیر احمد خدا نخواستہ بےجان اور مردہ نہیں ہوگئے بلکہ صرف ٹھٹھر گئے ہیں پھر تندرست اور توانا ہوجائیں- یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ علوم مشرقی کے سر و جسم میں علوم مغربی کا گرم خون پہنچا یا جائے ' اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کا ذریعہ صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ علوم مغربیہ اور علوم مشرقیہ کا مطالعہ ہم پہلو اور ساتھ ساتھ کیا جائے تاکہ دونوں کے بہترین حصص خود بخود رفتہ رفتہ یکجان ہوجائیں اور ایک نئی ہندوستانی تہذیب کی عبارت اور ترتیب کا ذریعہ ہوں -

اگر ہم اپنی ہستی برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اپنے فلسفے' اپنی طب' اپنے فنون' اپنی فقہ' اپنے علوم اور اپنی حکمت کو زندہ کریں اگر ہمارا ازکار رفتہ

مشرقی فلسفہ مغربی فلسفے کے اختلاط سے اپنے رطب و یابس سے پاک ہوجائے تو وہ یقیناً ہماری تعلیم کا ضروری جزو بننے کی قابلیت رکھتا ہے - اگر ہمارے فنون لطیفہ جن کی بنیاد روحانیت پر ہے مغربی فنون لطیفہ کے اصول پر غور کے بعد وسیع تر بنیاد پر قایم کئے جائیں تو کوئی شک نہیں کہ یورپ اور ایشیا دونوں کے موجودہ فنون سے زیادہ عظیم‌الشان فنون کی بنیاد قایم ہوسکتی ہے - اگر ہم مغربی فقہ کے مطالعے کے بعد کامل غور و خوض کو کام میں لاکر اپنی قدیم فقہ کی تنقیدی نظر سے دوبارہ تدوین کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم بھی مثل اہل روما یا جدید اقوام کے ایک یادگار زمانہ جدید قانون اسلامی کے بانی نہ ہوں؟ ہمارے اسلامی اور ایشیائی علوم ہی ہماری ملت اور قومیت کی اصلی بنیاد ہیں - اگر ان کا احیاء نہ ہوا تو ہم دنیا میں فقط یورپ کی ایک پژمردہ نقل بن کر رہ جائیں گے جس کی یورپ کو کوئی ضرورت نہیں اور زمانہ ہمارے نام کو مٹا دے گا - لیکن اگر ہم نے علوم شرقیہ اور غربیہ کی تعلیم پہلو بہ پہلو رائج کرنے کے طریقہ کو اختیار کیا تو یقیناً بیس برس کے اندر اندر ایسی تصانیف اور تحقیقاتیں ہم سے ممکن ہوں گی جن کی یورپ قدر کرے گا اور جو دنیائے علم میں اضافہ کا باعث ہوں گی -

(۳) قدیم علوم کی قریب قریب تمام کتابیں عربی

میں ہیں' جدید علوم کی کتابیں یورپ کی مختلف زبانوں میں ہیں- اردو میں نہ قدیم مشرقی علوم کی کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں نہ جدید مغربی علوم کی- ہم بحیثیت ہندوستانی ہونے کے اپنی مادری زبان اردو میں نہ قدیم یونانی علوم کے (جن کو مسلمانوں نے اختیار کیا اور فروغ دیا تھا) اور نہ موجودہ یورپی علوم کے ہی (جو اس وقت تمام دنیا کی زبانوں میں شایع ہیں) مالک ہیں-

بعض اشخاص ایک نہایت غلط دلیل عربی کو قدیم علوم اور انگریزی کو جدید علوم کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دینے کے متعلق یہ دیتے ہیں کہ ہر علم کو اس کی مخصوص زبان میں حاصل کرنا چاہئے- اُن کی رائے میں جو مضامین عربی کی کتابوں میں ہیں وہ عربی ہی میں مطالعہ ہوسکتے ہیں اور جو انگریزی کتابوں میں ہیں وہ انگریزی ہی میں پڑھائے جاسکتے ہیں' لیکن یہ خیال غلط ہے' علم ہرگز جغرافی سرحدوں سے محصور نہیں ہے- ہر زبان کی مثال ایک خارجی ظرف کی سی ہے اور علم جو مظروف ہے کسی خاص ظرف کا پابند نہیں: جیسے پانی کو جسوقت چاہیں ایک برتن سے دوسرے برتن میں منتقل کرسکتے ہیں- بعینہ اسی طرح ہر علم کو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرسکتے ہیں' اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے کہ علوم کا مطالعہ اصل زبانوں میں

کرنا چاهئے تو علوم جدیدہ کی هر شاخ کے جاننے کے لئے ضروری هوگا که یورپ کی کم از کم سات زبانوں سے واقفیت هو- فی زمانه کسی جدید معرکتہ الارا بحث کو لے لیجئے خواہ وہ فلسفے میں هو یا حکمت میں- کسی جدید مسئله پر غور فرمائیے خواہ علوم سے متعلق هو یا فنون سے - کسی جدید اصول یا اکتشاف یا اختراع پر نظر ڈالئے تو معلوم هوگا که کوئی مغربی ملک ایسا نہیں هے جہاں متعدد ماهرین نے اُس کے متعلق نه لکھا هو اور اپنی معلومات سے اُس میں اضافه نه کیا هو: اسی لئے فی زمانه هر مضمون سے ایک یا دوچار مغربی زبانیں جاننے پر بھی واقفیت محض ناممکن اور قطعی محال هے جب تک زیادہ تر تراجم سے کام نه لیا جائے -

آج مغرب میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں هے جہاں تعلیم و تربیت کا ذریعه تراجم اور فقط تراجم نه هوں- علوم صحیحه کی تعلیم بغیر تراجم هو هی نہیں سکتی- علم اور حکمت کی کوئی شاخ ایسی نہیں هے جس کے مطالعے کے لئے تراجم کی احتیاج نه هو- اگر کوئی شخص آج اصل زبان کو ذریعه تعلیم قرار دےکر بطور مثال، صرف جدید فلسفے سے واقف هونا چاهے تو اُس کےلئے ضروری هے که وہ کم از کم ''بیکن'' ''برونو'' وغیرہ سے واقف هو جن کی اصل تصانیف لاطینی میں هیں، ''ڈےکار'' ''کامت'' ''روسو'' وغیرہ سے واقفیت هو جن کی اصل تصانیف فرانسیسی میں هیں- ''کانٹ'' ''هیگل''

"فشٹے" "شلیگل" "نطشے" وغیرہ سے واقف ہو جن کی اصل تصانیف جرمن میں ہیں' "اسپی نوزا" سے واقف ہو جس کی اصل تصانیف ڈچ زبان میں ہیں' "کروچی" وغیرہ سے واقف ہو جن کی اصل تصانیف اطالوی زبان میں ہیں' وعلیٰ ھذالقیاس - تمام جدید فلسفہ سوائے "برکلے" "مل" "اسپنسر" وغیرہ کے غیر انگریزی یوربی زبانوں میں ہے۔ اگر صرف اصل زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی کوشش کی جائے تو دنیا میں علمی قیامت برپا ہوجائے اور تمام علمی تحقیقاتیں ایک دن میں بند ہو جائیں۔

علوم وفنون کی اُن کتابوں میں جو ادب اور معانی سے تعلق نہیں رکھتیں' قریب قریب جملہ مضامین میں ترجمہ اور اصل کتاب میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ چونکہ مصنفین ماہرین ہوتے ہیں اور تمام عمر ایک مضمون کی تکمیل میں صرف کر دینے کے باعث ادب کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں رکھتے' اپنے مطالب کو فصاحت اور بلاغت سے اکثر بیان نہیں کرسکتے اور مترجم جو عموماً ادیب ہوتے ہیں اپنے ترجمے کو اصل کے ان اسقام سے پاک کردیتے ہیں اور ترجمے بعض اوقات اصل سے بہتر ہوتے ہیں -

ہندوستان کی موجودہ علمی حالت خود اس امر کی متقاضی ہے کہ اہل قلم ترجمے کے کام کی طرف توجہ

کریں- ہر ایک قوم کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے
جب تاریخی اور سیاسی اعتبار سے علوم و فنون کی
روشنی کم ہوجاتی ہے اور اس بات کی ضرورت ہوتی ہے
کہ وہ اپنے چراغ کو اور اقوام کے چراغ سے روشن کرے - اس
زمانہ میں آفرینش کی قوت زائل ہو جاتی ہے - جو
تصنیفات ہوتی ہیں وہ ادنیٰ درجے سے آگے نہیں جاتیں
الا ماشا اللہ' عوام کا مذاق درست نہیں رہتا - ایسے زمانے
میں ضروری ہے کہ کتابوں کے لکھنے والے بجائے اس کے کہ
خود اپنے خام یا نیم پختہ خیالات کا اظہار کریں دنیا کے
گذشتہ اور موجودہ مصنفین کے ترجمان ہو جائیں - گو ہم
میں ہر شخص اس بات کا مشتاق ہے کہ وہ خود مصنف ہو
اور مترجم یا مؤلف ہونا اپنی کسر شان تصور کرتا ہے مگر
یہ خیال غلطی پر مبنی ہے - آج یورپ میں مترجم بھی
وہی پایہ اور درجہ رکھتے ہیں جو خود مصنف رکھتے
ہیں - انگریزوں میں ولیم آرچر موجودہ مشہور نقاد اور
ادیب کی شہرت اس بنا پر قایم ہے اور ہمیشہ رہے گی کہ
ابسن' ناروے کے ڈرامہ نویس کا مترجم ہے' رکرٹ جس نے
دیوان حماسہ کا ترجمہ کیا ہے' شعراء جرمنی میں ممتاز
پایہ رکھتا ہے' استیفان گیارگے' المانی شاعر سون برن کا
مترجم ہونے کی حیثیت سے معروف ہے - ہمارے ملک میں
جو حالت آج ہے وہ اس امر کو چاہتی ہے کہ ترجمہ اور
تالیف کو تصانیف پر ترجیح دی جائے' سوائے معدودے چند
لوگوں کے جن کو قدرت نے اعلیٰ ترین دماغوں سے مزین کیا

ہے اور اپنے خاص پیغام پہنچانے کے لئے مقرر فرمایا ہے ہمارے ملک و قوم کے بیشتر لوگوں کو چاہئے کہ مشرقی اور مغربی زبان سے ترجمے کی جانب توجہ کریں -

جن لوگوں نے ترجمے کے کام کو کیا ہے اُن کو یہ شکایت ہے کہ مصطلحات کی تلاش اور ایجاد میں سخت مشکل پیش آتی ہے - میری رائے میں یہ اشکال خود ہی ترجمے کے کام کو قابل عزت اور وقعت بنا دیتا ہے کیونکہ اس قسم کی مشکلات کو حل کر کے مترجم زبان کی عمارت کے اساس کو قایم کرتا ہے اور آیندہ نسلوں کے واسطے زبان کی ترقی کے راستے کو صاف کرتا ہے-

مصطلحات علمیہ کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ اُن کے انتخاب یا وضع کرنے والے ماہرین ہونے چاہئیں، یعنی جس علم وفن کی مصطلحات مطلوب ہوں اُن کو اس ہی علم یا فن کے ماہرین بنائیں لیکن یہ درست نہیں- ہماری اکثر انگریزی یونیورسٹیوں کے ہندوستانی پروفیسر جو علوم جدیدہ کی تعلیم دیتے ہیں اپنی زبان میں مصطلحات سے بہت کم واقف ہیں، بلکہ خود انگریزی زبان میں ہی علم‌اللسان کے نقطہ نظر سے یونانی اور لاطینی مصطلحات کے معنی نہیں جانتے - جدید علوم و فنون کی مصطلحات اور علمی لغات یورپ کی زبانوں میں زیادہ تر لاطینی اور یونانی الفاظ سے مرکب ہیں اور ہماری زبان میں

عربی یا فارسی یا هندی رائج ہوسکتی ہیں؛ حاصل کلام اُردو زبان کی اس خدمت کے لئے ایک ایسی جماعت کے تیار کرنے کی ضرورت ہے جس میں ماہرین کے علاوہ عربی، فارسی، یونانی، لاطینی، انگریزی اور جرمن کے جاننے والے موجود ہوں۔

بعض مشرقی اقوام نے جن میں میں ترکوں کی مثال پیش کرتا ہوں، انگریزوں کی طرح بہت سی جدید مصطلحات علمیہ کو (مثلاً آکسیجن، ہائیڈروجن وغیرہ) ویسے کا ویسا ہی اپنی زبان میں لے لیا ہے۔ یہ محض اُن کی پست ہمتی اور نارسی کی دلیل ہے۔ انگریز تو یونانی اور لاطینی مصطلحات کو اختیار کر چکے اور وہ اُن کی زبان کا جزو ہوچکیں لیکن ہمارے لئے ابھی انتخاب کا موقع باقی ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ یہ بات یکساں ہمارے بس میں ہے کہ چاہیں تو یونانی اور لاطینی الفاظ اور مصطلحات کو لے لیں اور چاہیں تو خود اپنی زبان میں ترجمہ کر لیں ہمارا انگریزوں کی تقلید کرنا سخت غلطی ہو گی۔ جرمنوں نے جو علمی حیثیت سے ایک نئی قوم ہیں ایسا نہیں کیا بلکہ سب مصطلحات کو اپنی زبان میں ترجمہ کر لیا ہے۔

ہم کو چاہئے کہ تمام علوم و فنون کی مصطلحات کو اپنی قدیم اردو فارسی اور عربی زبانوں کی کتابوں میں تلاش کریں۔ بہت سے علمی لغات موجود ہیں مگر پرانی کتابوں

میں دبے پڑے ھیں: اِن بے بہا موتیوں کو اُن تاریک گہرائیوں میں سے نکالنا چاھئے؛ سائنس کی مصطلحات بھی بہت سی موجود ھیں صرف اُن کو تلاش کر کے رواج دینے کی ضرورت ھے: نباتیات کی بہت سی مصطلحات میزان الادویہ میں مل سکتی ھیں کیوں کہ ھماری طب کی تقریباً تمام ادویہ نباتی ھیں۔ اگر الفاظ نہ مل سکیں تو اُن کو خود بنانے کی کوشش کرنی چاھئے۔ اسکا سب سے بہتر طریقہ یہ ھے کہ انگریزی یا جس یورپی زبان کا لفظ ھو اُس کے اجزا کی تحلیل کرلینی چاھئے اور پھر اُس کے لاطینی یا یونانی وغیرہ مادے کے لحاظ سے اُسکا ترجمہ کرنا چاھئے۔

(مثالیں)

Phono-Graph — Graph Phono
آواز نگار

Tele-phone — Phone Tele
دور گو

Fernsprecher — Sprecher Fern
جرمنی میں اسی لحاظ سے دورگو کہتے ھیں

Auto-mobile — Mobile Auto
خود رواں

Telescope پہلے سے موجود ھے — Scope Tele
دور بین

پس کام اتنا مشکل نہیں جیسا نظر آتا ھے۔

ترجمہ کرنے میں تین مختلف طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں: ایک یہ کہ عربی، دوسرے یہ کہ فارسی، تیسرے یہ کہ ہندی مصطلحات وضع کی جائیں۔ عربی الفاظ کو ترجیح دینے والے یہ وجوہ پیش کرتے ہیں کہ عربی زبان میں تمام علوم و فنون کی مصطلحات موجود ہیں جو صرف مرور زمانہ سے غیر مستعمل ہوگئی ہیں، اُن کو تلاش کرکے دوبارہ زندہ کرنا کافی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس طریقے کو اختیار کرنے سے دس بارہ برس میں علوم قدیمہ اور جدیدہ میں اتصال پیدا ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اہل بیروت اور اہل مصر نے جو جدید مصطلحات وضع کرلی ہیں وہ ہمارے کام آسکتی ہیں، اور بہت سی محنت بچ سکتی ہے، لیکن میری رائے میں اُردو کے لئے جس طرح انگریزی لاطینی یا یونانی مصطلحات کا اختیار کرنا غلط ہے عربی مصطلحات کا اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ عربی مصطلحات کے اختیار کرنے سے وہی قباحت جو انگریزوں کو لاطینی مصطلحات کی وجہ سے عارض ہے باقی رہتی ہے اور وہ آسانی جو جرمنوں کو خاص جرمن مصطلحات سے حاصل ہے پیدا نہیں ہوتی۔ لغات علمیہ کی خوبی یہ ہے کہ ہر شخص اُن کو بہ آسانی سمجھ لے۔ اگر اُردو میں ایسی مصطلحات کو رواج دیا جائے جن کا مفہوم پانے کے لئے اول عربی زبان کا سیکھنا لازم ہو تو یہ لغات کسی طرح ہماری زبان، ہمارے ملک کے لئے موزوں نہیں ہوسکتی۔ عربی لغات اختیار کرنے میں

یہ مشکل ہے کہ وہ عام فہم نہیں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ کون شخص ایسا ہے جو عربی زبان جانے بغیر ذیل کے الفاظ کے معنی سمجھ سکتا ہے؟

کثیرۃالرجل' اخطبوطیہ' شوکیتہ الجلد' مستعلیج الجلد' سلحفیہ' مستقیم الاجنحہ۔ اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ انگریزی مصطلحات ہی بجنسہ اختیار کر لی جائیں کیونکہ گو ایسا کہنا کوئی فخر کا باعث نہیں لیکن ہمارے ملک کے لوگ انگریزی مصطلحات سے کم از کم ان عربی مصطلحات کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ ہندی الفاظ اور مصطلحات اختیار کرنے میں یہ دقت ہے کہ لطافت زبان بالکل جاتی رہتی ہے

(مثال)

ہندی لفظ

روکر   سرمایہ   Capital

ایک منطق کے رسالے میں Contrary (نقص اجمالی) اور Contradictory (نقص تفصیلی) کا ترجمہ ''آدھا توڑ'' اور ''پورا توڑ'' کیا گیا ہے۔

میری رائے میں فارسی زبان کو اس بارے میں عربی اور ہندی زبانوں پر ترجیح ہے' میرا ناچیز خیال یہ ہے کہ ہم کو افراط اور تفریط سے بچنا چاہئے اور سب سے اول جہاں فارسی مصطلحات موزوں بن سکیں ان کو سب پر

ترجیح دینی چاہئے- اس کے بعد عربی قدیم مصطلحات کو جو مفرد یا مانوس الاستعمال الفاظ کی صورت میں ہوں اختیار کرنا چاہئے- ایسے الفاظ سے جو ہماری زبان کے لحاظ سے سخت یا وزنی ہوں' اجتناب کرنا چاہئے- فارسی زبان کو مصطلحات وضع کرنے کے لحاظ سے جو خاص موزونیت حاصل ہے اس کو نہایت آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہے- اوپر جو عربی مصطلحات کی مثالیں بیان ہوئی ہیں اگر ان کی بجائے فارسی مصطلحات وضع کی جائیں تو فارسی کی فوقیت عربی پر خود بخود عیاں ہو جائے گی- کون ایسا شخص ہے جو مفصلۂ ذیل مصطلحات کے معنی نہیں سمجھتا؟

" کثیر پا" "خار پشت" "گداز جلد" "غلاف پوش" "راست پر" - فارسی زبان میں جرمن کی طرح یہ خوبی ہے کہ جن دو لفظوں کو چاہئے فوراً ملاکر مرکب لفظ بنالیجئے- مصطلحات کے لئے ایسی زبان سب سے زیادہ موزوں ہے- عربی میں یہ بات نہیں' ہماری زبان میں عربی مصطلحات ذرا ثقیل بھی معلوم ہوتی ہیں-

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ آیا مصطلحات کی لغت پہلے تیار ہونی چاہئے یا پہلے مختلف مضامین کی کتابیں لکھی جائیں اور ان میں حسب ضرورت مصطلحات وضع کرکے داخل کی جائیں' اور پھر جب رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہو تو تمام مصطلحات کو یکجا جمع کرکے

لغت تیار کی جائے - لغت کی تقدیم کے مخالفین کہتے ہیں کہ اگر لغت پہلے سے تیار ہوئی تو وہ ناقص ہوگی اور اس طرح ناقص مصطلحات رواج پاجائیں گی- بدیں وجہ لغت میں صرف انہی الفاظ کو جگہ دینی چاہئے جو وقت کی کسوٹی پر کسے جانے کے بعد مقبول عام ہوجائیں- میں اس تقدیم اور تاخیر کا قائل نہیں- لغت کوئی زبان کی ٹکسال نہ ہوگی کہ اس کی تدوین کے بعد مصنفوں' مؤلفوں' مترجموں کو کوئی مصطلحات جو ٹکسال باہر ہوں لکھنے کی اجازت نہ ہوگی اور جو لفظ لغت میں جس معنی میں استعمال ہو گا اس کو سب کو قبول کرنا پڑیگا ' ایسا خیال درست نہیں - جو اشخاص اس وقت ایسے لغت ترتیب دے رہے ہیں ان کا منشاء صرف اتنا ہے کہ مصنفوں' مؤلفوں یا مترجموں کی امداد کی غرض سے اپنی لغت میں امتحان اور آزمائش کے لئے الفاظ پیش کریں اور' مصنف' مؤلف اور مترجم ان کی محنت سے مستفید ہوں - ان مصطلحات کی پابندی کسی پر لازم نہ ہوگی بلکہ مصنفین' مؤلفین اور مترجمین کا فرض ہوگا کہ وہ مصطلحات مندرجہ لغت میں اصلاح ' ترمیم اور قطع برید کرتے رہیں- یوں یہ کتاب لغت حقیقت میں ایک ابتدائی خاکہ ہوگی اور مذاق سلیم رکھنے والے اہل قلم اس کے مندرجہ الفاظ میں برابر رد و بدل کرتے رہیں گے - اگر اسی طرح دونوں فریق ایک دوسرے کے مشیر اور معاون رہے تو دس بارہ برس میں

ایک مستند لغت بھی تیار ہو جائے گی اور وہ وقت آجائے گا کہ الفاظ کے معنی کو مقرر کردیا جائے -

اکثر دریافت کیا جاتا ہے کہ جدید مصطلحات کی لغت کی کتابیں ترکی' عربی' فارسی میں موجود ہیں یا نہیں ؟ میں نے اس کے متعلق جہاں تک واقفیت بہم پہنچائی ہے وہ یہ ہے کہ ۱۸۷۴ع میں طہران میں ایک کتاب فرانسیسی زبان میں شائع کی گئی ہے جس میں علم الانسان اور طب مغربی کی مصطلحات فرانسیسی' انگریزی' المانی اور فارسی میں درج ہیں - اس کے علاوہ فارسی زبان میں جدید مصطلحات کی کوئی لغت نہیں' عربی میں بیروت میں چند کتابیں طبع ہوئی ہیں - "لوئس معلوف" نے ایک لغت عربی الموسوم بہ "المنجد" ۱۹۰۸ع میں شائع کی ہے - اس میں الفاظ کے معنی عربی سے عربی میں درج ہیں اور سائنٹیفک اور ٹکنیکل مصطلحات بھی شامل ہیں - ایک اور مفید لغت جس میں بعض انگریزی مصطلحات کے عربی مرادف الفاظ موجود ہیں ابکاریوس * سنہ ۱۸۹۳ع کی ہے -

مصر میں ایک لغت اسپیرو کی ہے جو قاہرہ سے سنہ ۱۸۹۷ع میں شائع ہوئی ہے - اتسٹنٹ کالج بیروت

---

* A dictionary of the technical terms used in the sciences of the Mohammadans.

نے جدید علوم کی مختلف شاخوں پر تیس چالیس برس کا عرصہ ہوا ابتدائی کتب لکھوائی ہیں' ان سے بھی مدد مل سکتی ہے لیکن بہت کم -

''دائرۃالمعارف البستانی'' بھی اس نقطۂ نظر سے قابل توجہ ہے- پرانی کتابوں میں ''الخوارزمی'' کی ''مفاتیح العلوم'' اور ایسی ہی بیسوں کتابیں لائق غور ہیں- ان میں سے بہت سی مصطلحات تلاش ہوسکتی ہیں جن کو رواج دینا ممکن ہے - ایک اور کتاب جس کی تعریف میں نے سنی ہے اور جو غالباً ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے -

ناگری پر چارنی سبھا اور گور وکل ہردوار کی کتابیں اور درسیات بھی توجہ کے لائق ہیں-

سیر لکھنؤ

لکھنؤ میں جہاں اور چیزیں قابل دید ہیں، چند تصویریں بھی ہیں۔ تصویریں کیا ہیں گویا شاہان و وزیران اودھ کی تاریخ کے چند اوراق ہیں جو زمانے کے دستبرد سے بچ رہے ہیں، یا یوں کہئے کہ اس کارواں کے نقش پا ہیں جو اودھ کی خاک پاک سے آج نصف صدی گذری اپنا کوچ ختم کرکے چلا گیا ہے، اور جس نے اس دنیا کو خیر باد کہہ کر اس سر زمین کو آباد کیا ہے جہاں حیات انسانی ابدی ہے۔

دروازہ کھلا، ہم داخل ہوئے، دس وزیران و شاہان اودھ ایک کمرے میں! قانون قدرت کے خلاف ہے کہ سعادت خاں شاہ اول اور واجد علی شاہ آخر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوں، مگر یہ تو تصویریں ہیں... پہلی تصویر سعادت خاں کی ہے جو ہوبہو اورنگ زیب کی تصویر ہے،

عجب بات ہے دو انسانوں کی شکل ایک مگر زندگی جدا ' ایک سے ایک سلطنت شروع ہو دوسرے پر دوسری ختم ہو : تصویر میں پشت کی جانب قطب مینار ہے ' شاید خاندان اودھ اور شاہان دہلی کے تعلقات کی طرف اشارہ ہو - کیا عبرت کی بات ہے ! قطب صاحب کی لاٹ آج تک قایم ہے ' سعادت خاں کے خاندان کا چراغ گل ہوگیا - نسل انسان کو اتنی بھی بقا نہیں جتنی پتھروں کے ایک باقاعدہ ڈھیر کو -

آگے بڑھئے - یہ نواب منور جنگ کی تصویر ہے ' باپ سے مشابہ ہے - رنگ ذرا سیاہ ہے شاید مصور کی عنایت ہو ' خنجر کمر سے کھول دیا ہے : غالباً استحکام سلطنت کی وجہ سے اسکی ضرورت نہ رہی ہو ' پشت کی طرف چھتر منزل ہے - اس منزل کو آپ ہی نے بنوایا تھا مگر یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ ایک دن انگریزی کلب میں تبدیل ہو جائے گی -

بڑے آدمیوں کی تیسری پشت میں اکثر قابل آدمی پیدا ہوتے ہیں - لوگ ایسا ہی کہتے ہیں ' شاید سچ بھی ہے - تیسری تصویر شجاع الدولہ کی ہے ' شجاعت جس کے نام سے عیاں ہے ' باپ دادا کی پوشاک کو خیر باد کہہ دی ہے ' برجس پہنے ' گیٹس چڑھائے ' شمشیر بکف کھڑا ہے ' داڑھی صاف ہے ' موچھیں بڑھی ہوئی ہیں ' پیشانی پر بل ہیں ' آنکھیں غضبناک ہیں ' گویا دیکھ رہی ہیں کہ پورا ملک غیروں کے ہاتھ میں ہے - لوگ کہتے ہیں بڑا

مشہور جنرل ہے، مگر مجھے تو سیدھا سادھا سپاہی معلوم ہوتا ہے، جو شراب حب وطن سے مخمور، زرہ میں مستور کھڑا ہے، واقعی یہ شخص شیر ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اُس وقت شیر اصلی ہو گا اور اب شیر کی تصویر رہ گیا ہے، لکھنؤ میں آج تک جب دکاندار اپنی دکان کھولتا ہے تو آصف الدولہ کا نام لیتا ہے - یہ اپنے خاندان کا لکھ داتا ہے اگرچہ کوئی بڑا انجینیر نہیں مگر امام باڑہ آصف الدولہ کے بنوا نے کی وجہ سے لکھنؤ کا شاہجہاں مشہور ہے - ہم اِسکی تصویر کے سامنے کھڑے ہیں، بھاری بھرکم آدمی ہے، لباس ایک ہندوستانی دولہا کے لباس کے مشابہ ہے، اور کیوں نہ ہو لکھنؤ دلہن تھی اور یہ اُسکا دولہا، پاجامہ ڈھیلا ڈھالا سرخ ریشم کا ہے، پائوں میں گھٹیلا ہے، جس کو اب مستورات بھی نہیں پہنتیں کیوں کہ اس سے چلنے میں دقت ہوتی ہے - سرپر کلغی ہے اور پھبتی بھی ہے -

دوسری تصویر سعادت علی خاں کی ہے - وہ طاقت جو باپ کے دل میں تھی بیٹے کے دماغ میں منتقل ہوگئی ہے، باپ سخی تھا بیٹا مدبر ہے -

اب تک جتنے تھے کھڑے تھے، سعادت خاں صوبہ قایم کرنے کی فکر میں، بیٹا اپنے باپ کی پیروی میں، شجاع الدولہ اپنی تلوار کے بھروسہ پر، آصف الدولہ دولت دینے اور دعائیں لینے کے لئے، مگر سعادت علی خاں

سوچنے کے لئے بیٹھ گیا ہے - دوہرے بدن کا آدمی ہے، چہرے سے رعب برستا ہے نہایت، کم سخن اور سمجھدار معلوم ہوتا ہے، اعضا میں ایک خاص تناسب ہے جو دل کو لبھائے لیتا ہے، غرض مکمل انسان ہے، حسن ظاہری اور باطنی دونوں موجود ہیں یاد پڑتا ہے کہ میں نے اسی شباہت کی ایک اور تصویر دیکھی ہے، ہاں یاد آیا - سر سالار جنگ مرحوم سے بہت ملتا ہے۔ دونوں اپنے وقت کے مدبر ہیں اور دونوں کی زندگی ایک گونہ ناکامیابی کی جھلک لئے ہوئے ہے - سعادت خاں اور اورنگ زیب کی ایک شکل مگر زندگی میں اختلاف، سعادت علی خاں اور سر سالار جنگ کی ایک شکل اور زندگی میں ایک گونہ یگانگت، ایسی باتیں ہیں جو ہم نہیں سمجھ سکتے -

باپ نے بیٹے کے سر پر تاج رکھ دیا مگر تاج کے آتے ہی شان جاتی رہی- غازی الدین حیدر خوبصورت بھی باپ کی طرح ہے، لباس بھی وہی ہے بلکہ شاہی عبا کی زیادتی ہے اور اُس پر طرہ یہ کہ طرے کی جگہ تاج ہے - پھر اس خیال کے آنے کی کیا وجہ ؟ آنکھوں میں تدبیر کی نظر کی بجائے شوق کی نگاہ ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ باطن کی آنکھیں بند ہوگئی ہیں - خیر آگے بڑھئے -

نصیرالدین حیدر کی تصویر نے اس خیال کو اور بھی تقویت دی- دبلا پتلا آدمی ہے، صورت میں باپ دادا سے مختلف، آنکھیں عیاشی کا پتہ دے رہی ہیں، چہرے

پر ایک خاص نقاہت اور رنگ میں ایک خاص سیاہی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ صرف اس کی ہی عیش پرستی نے اس کو اس حالت پر نہیں پہنچایا بلکہ باپ دادا کی عیاشی بھی شامل ہے۔ دنیا بھی عجب جگہ ہے، گناہ کرے کوئی اور پاداش اٹھائے کوئی، مگر صرف سمجھ کا پھیر ہے۔ اگر وہ ظاہر کا پردہ جو باطن کو چھپائے ہوئے ہے اٹھا دیا جائے تو 'میں' اور 'تو' میں فرق ہی کیا رہ جائے؟ اور جب یہ ہے تو سب کا گناہ اپنا گناہ اور اپنا گناہ سب کا گناہ ہے، کیونکہ آخر ہم سب ایک ہی منزل کی طرف تو بڑھ رہے ہیں۔

اگلی تصویر محمد علی شاہ کی ہے۔ یہ غازی الدین حیدر کا بھائی اور سعادت علی خاں کا بیٹا ہے۔ آدمی سیاہ فام ہے مگر یہ سیاہی وہ نہیں جو پہلی تصویر میں دیکھی تھی، وہ باطن کی ایک جھلک تھی جسکا وہ خود قصور وار تھا یہ ظاہری ہے جس کی قدرت ذمہ دار ہے، مگر قدرت تو غلطی نہیں کرتی۔ آنکھوں کی تیزی گواہی دیتی ہے کہ اپنے گردوپیش سے خبردار ہے: مگر افسوس! وہ آنکھیں جن سے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی تھی، موت کو جو قریب ہی گھات میں لگی ہوئی تھی نہ دیکھ سکیں۔ تخت پر بیٹھنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد وہ تخت و تاج جس کے لئے اس قدر انتظار کھینچا تھا یکایک چھوڑنا پڑا۔ پانچ سال حکومت کرکے تاج و تخت سے رخصت ہوا اور اس آسمانی سلطنت میں داخل ہوا جہاں حکومت

ہے اور زوال نہیں، جہاں شجاعت ہے اور جنگ نہیں، جہاں عیش ہے اور گناہ نہیں۔

یہ امجد علی شاہ ہے۔ دیکھتے ہی ہم نے سعادت علی خاں کی تصویر پر مڑکر نگاہ ڈالی، واقعی دادا کی شباہت آتی ہے، خاندان اودھ کے چراغ نے بجھنے سے پہلے ایک خاص روشنی دکھلائی تھی جس نے بہت سے دلوں میں امید کی شمع کو روشن کردیا تھا۔ امجد علی شاہ سے لوگوں کو بہت سی امیدیں تھیں مگر خاندان اودھ کا انجام قریب آگیا تھا۔ موت نے اسے بھی مہلت نہ دی۔ محمد علی شاہ تو بوڑھا تھا، اس بیچارے نے کیا قصور کیا تھا؟ مگر موت وقت نہیں دیکھتی۔

اس کے بعد کی تصویر پر پردہ پڑا ہے۔ ہم جانتے ہیں جس کی تصویر ہے، مگر چونکہ ایک باریک حجاب نظر کا مانع ہے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ہماری آنکھیں جو ایک باریک حجاب سے گذر کر اس چیز کو نہیں دیکھ سکتیں جیسی ہم چاہتے ہیں، کیوں اس راز مخفی کے دریافت کرنے کا شوق رکھتی ہیں جو پردۂ قدرت میں پنہاں ہے؟ یہ سچ ہے مگر چشم باطن کی نگاہ تو خیال سے وسیع اور موجودات سے بالاتر ہے۔

پردہ اُٹھا تو ہم نے دیکھا کہ اس تصویر میں اور اور تصویروں میں ایک خاص فرق ہے۔ یہ تصویر نفاست اور

زیبائش میں ان سے کہیں بڑھی ہوئی ہے - دریافت پر معلوم ہوا کہ ایک ہندوستانی اور غالباً بنگالی مصور کی بنائی ہوئی ہے -

یہ واجد علی شاہ کی شبیہ ہے جو عیاشی کی مجسم تصویر تھا۔ کامدار اچکن پہنے ہوئے ہے' سر پر دو کلیہ مرصع کلغی دار ٹوپی ہے' سینے کا کچھ حصہ باہر نظر آرہا ہے' کیسا خوبصورت آدمی ہے' افسوس! اگر اس کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا تو کیسا اچھا ہوتا۔ اُو ظاہر سفید باطن سیاہ! مگر یہ شکایت خاص اس سے کیوں' ہر انسان کا یہی حال ہے -

داشتہ آید بکار

برائے برادر عزیز تر از جان حبیب الرحمن سلمہ اللہ تعالے

عیب طول کلام مت کریو
کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا
میر

موصولہ کوئٹہ، بلوچستان

۳ جون ۱۹۱۲ء، یوم دوشنبہ

Take each man's censure but reserve thy judjement——Shakespeares' Hamlet.

لقمان را پرسیدند ''ادب از کہ آموختی؟'' گفت از بے ادباں۔

سعدی

دانائی کی بات جو نادان کہے تو چونکہ تم دانا ہو اُسے قبول کرو، اور نادانی کی بات اگر نادان کہے تو چونکہ وہ نادان ہے اُسے بخش دو۔

متصرف از سر ورق
''تحفۃ الاخوان'' حالی

روانگی کی تیاری

(۱) اپنی جملہ کتابیں ساتھ لے جانا۔ جو کتاب خواہ کسی زمانے میں پڑھی ہو اور خواہ کسی مضمون پر ہو ساتھ ہوتی ہے، کام آتی ہے۔

علی گڈہ میں کتابوں کو صندوق میں مقفل ہی محفوظ رکھ سکتے ہیں کیونکہ وہاں ہر دوست اور غیر دوست کا قول ہے۔

دیوان ظہیر فاریابی ار کعبہ بدز اگر بیابی

اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ عاریتاً دی ہوئی کتابیں اپنے قدیم مسکن پر مراجعت کم ہی کرتی ہیں۔

(۲) لباس وہی لےجانا جو پسند خاطر ہو۔

اگر آرام اور حسن وضع مطلوب خاطر ہو تو ہندوستانی لباس سب سے بہتر ہے، اگر نئی روشنی کی تقلید پسند ہو تو انگریزی ہے ہی۔ دونوں کے متعلق جو ضروری چند میرے تجربے میں امور ہیں لکھے دیتا ہوں۔

(انگریزی لباس)

کوٹ کا رنگ یا تو پتلون کا ہی یا اس سے زیادہ گہرا ہونا چاہئے، سیاہ کوٹ پر سفید پتلون پہن سکتے ہیں مگر سفید کوٹ پر سیاہ یا رنگین پتلون نہیں پہن سکتے۔

بوٹ سفید پتلون کے ساتھ سفید یا سرخ اور ضرورتاً سیاہ بھی ہوسکتا ہے، مگر سیاہ پتلون کے ساتھ سیاہ ہی بوٹ چاہئے، لک کا بوٹ ہر لباس کے ساتھ پہن سکتے ہیں اور معزز ہے۔

کالر دوہرے جن میں وضو کرتے میں مسح کرنا مشکل ہو سب سے بہتر ہیں، ٹائیاں لوازمات لباس میں سے ہیں۔ بغیر ٹائی کمرے سے باہر نکلنا گویا حکیم ''ارشمیدس'' کی طرح حمام سے نکلنا ہے

قمیص نرم سخت سے زیادہ آرام دہ ہوتی ہے۔

زیادہ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ''معدن تہذیب'' مصنفہ حبیب حسین لکھنوی۔

(ہندوستانی لباس)

جب میں علی گڈہ پہنچا تو میری یہ وضع تھی -

قمیص سخت دوہرے سینے کی' کوٹ پنجابی' یعنی انگریزی وضع کی تقلید پر ایک لمبا کوٹ سامنے سے گلا کھلا ہوا' جس سے قمیص نمایاں' پاجامہ شرعی' اس وجہ سے میرا نام بلوچ رکھا گیا - اب واضح ہو کہ یہ ہندوستانی لباس نہیں ہے -

اصلی ہندوستانی لباس تو وہ ہے جس کو تم نے دہلی میں حکیموں کے خاندان میں رائج دیکھا ہے مگر اب پرانی وضع تک محدود رہ گیا ہے اور اگر نو تعلیم یافتہ اشخاص نے اس کے احیاء کی کوشش نہ کی تو معدوم ہو جائے گا -

نو وضع ہندوستانی لباس وہ ہے جو حضرات علی گڈہ کی ایجاد ہے اور باوجود بزرگوں کی پھبتیوں اور علماء کے فتاوی کے' علاوہ "صاحب لوگوں" کے دائرے کے اور تمام حلقوں میں رائج ہوتا جاتا ہے -

لباس الملوک ملوک اللباس' حضور بندگان عالی نظام بھی یہی لباس پہنتے ہیں -

اگر تمھیں بھی یہ لباس گوارا ہو تو کان میں کہے دیتا ہوں کہ امام الدین کوئٹے کا علی گڈہ کے علاؤالدین سے عمدہ شیروانیاں تراشتا اور سیتا ہے - اگو موری شیروانیاں چشم

بد دور، زیب بدن ہوسکیں تو حاضر ہیں۔ مگر آئینے کے سامنے خوب غور سے دیکھ بھال لینا۔ کیونکہ علی گڈھ کی آب و ہوا میں کپڑے بڑھ جاتے ہیں اور پھر صندوق ہی میں رکھے رہتے ہیں۔

شیروانیوں کے نیچے گرمی میں ململ کے کرتے اور جاڑوں میں "ٹول" قمیص موزوں ہیں۔

پاجامے: ان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ پائنچہ کس قدر فراخ ہو اور اس کے متعلق ہمیشہ نئی تحقیقات ہوا کی ہے۔ حضور امی جان کو خوب معلوم ہے کہ میں نے دو فٹ سے ابتدا کی تھی اور یہاں آتے آتے آٹھ انچ رہ گیا تھا مگر، چندیں گفت دانائے فرخندہ رائے، افراط و تفریط سے اعتدال اچھی چیز ہے۔

وردی: لباس جو بھی ہو ایک وردی لازمی ہے، یہ وہ لباس ہے کہ جو سر سید مرحوم نے تجویز کیا تھا اور جس کو وہ خود پہنا کرتے تھے۔ یہ ایک تیسری وضع ہے،

بہر حال ایک وردی لازمی ہے، وضع تمہیں معلوم ہی ہے، کوٹ فوجی سامنے سے بند، پیچھے سے فراک نما۔ پتلون سفید۔

بوٹ لک۔ ٹوپی ترکی کپڑا حسب موسم۔

اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ رومال، جرابیں، سلیپر وغیرہ وغیرہ شاملات لباس سے ہیں۔

یہ ایک ضروری امر ہے کہ لباس شب ہمیشہ علحدہ رکھنا چاہئے۔

(۳) ایک وقت کا کھانا طلباء عموماً کمرے پر کھاتے ہیں۔ دن کو ڈائننگ ہال جانے میں عموماً دقت ہوتی ہے، چائے وغیرہ کا انتظام خود کمرے پر ذاتی خرچ سے کیا جاتا ہے۔

لہذا ایک دیگچی، کچھ برتن کھانے کے اور اگر چاء کا شوق ہو، ایک سماوار ساتھ لےجانا، چائے کے برتن علی گڈہ میں خرید لینا۔

مگر میری طرح اپنی چیزیں کھونا نہیں اور خبردار کسی کو دینا نہیں، کون کہتا ہے کہ میں اپنی چیزیں اوروں کو بخش دیا کرتا تھا؟ میری اور حضور امی جان کی تو یہ عادت ہی نہیں۔

ایک مضبوط سا لیمپ بھی ممکن ہو تو لیتے جانا۔

(۴) چلتے وقت دھنیا اور مصری ضرور چبا لینا۔ جناب شمس العلماء مولانا سے علی گڈہ میں پوچھ لینا کہ دھنیا میں کیا کیا خواص اور مصلحتیں پنہاں ہیں۔ کوئی دانہ گرنے نہ پائے۔

(سفر)

سفر میں اپنے کھانے پینے اور آرام کا پورا پورا لحاظ رکھنا، دھوپ اور تپش سے جسم کی حفاظت کرنا۔

(آمد علی گڈھ)

چونکہ مجھے کالج سے آئے ایک عرصہ ہوچکا ہے موجودہ طلباء میں میرے شناساؤں میں سے معلوم نہیں کہ کوئی باقی بھی ہے یا نہیں، بہر حال اسی ڈاک میں ایک خط علحدہ ارسال ہے، اس کو معہ اپنے خط کے

Abdul Sattar Siddiqi Esqr. B. A.,
Post-Graduate Arabic Scholar,
Sahib-Bagh, M. A. O. College Aligarh

کو بھیجکر معلوم کرلینا۔ اگر وہ وہاں ہوئے تو تمہاری اطلاع پر تمہیں لینے کے لئے اسٹیشن پر آجاوینگے اور جب تک کمرہ وغیرہ نہ ملے تمہیں اپنا مہمان رکھینگے اور امید ہے کہ اس حالت میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔

اگر وہ وہاں نہ ہوں تو بدرالدین کو لکھو کہ وہ اپنے کسی دوست کو اس کے متعلق ہدایت کرسکیں۔ اور اگر یہ بھی نا منظور ہو تو مضائقہ نہیں۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

اپنا اسباب گاڑی پر ھمراہ لے "بڑے پھاٹک" پر چوکیدار کے حوالے کرکے ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب یا میر صاحب یا پروفیسر اللہ بخش صاحب کے پاس چلے جانا ' وہ فوراً کوئی استمراری بندوبست کردیں گے -

(کمرہ رھائش وغیرہ)

علی گڈھ میں طالب علم کو خالی کمرہ ملتا ھے ' جملہ ضروریات خود مہیا کرنا پڑتی ھیں -

چارپائی کی نسبت میری یہ رائے ھے کہ سہوارہ سے ایک نوار کا پلنگ بذریعہ مال گاڑی منگوا لینا ' ایسے وقت سے لکھ دینا کہ بر وقت مل جاوے ' اتنے جس کسی کے ھاں مہمان رھوگے ان کی معرفت ایک پلنگ عاریتاً لے لینا -

بستر میں ایک کمبل جو سفر حضر میں ھمیشہ کام دے سکے ' ایک پتلی رضائی ' دوھر ' دری بچھونا کم روئی کا ' چادریں ' جاڑوں میں کم روئی کا لحاف شامل ھیں - سب ھمراہ لے جانا -

فرش بوریہ اور ایک قسم کے علی گڈھ ایجاد کپڑے کا جس کا نمونہ عموماً کمروں میں ملے گا زیادہ مستعمل ھے -

" کرسیاں ' میز ' کتابوں کی الماری ' کھونٹیاں ' اور ایسی چیزیں وھیں خریدنا ؛ گرمیوں میں پنکھے اور ٹٹی کی ضرورت ھوتی ھے -

جب ایک سے زائد طالب علم کمرے میں ہوں تو جیسا کہ قاعدہ ہے تقسیم کر لیتے ہیں لیکن ہمیشہ اشیاء تقسیم کرنی چاہئیں نہ کہ قیمت تاکہ اگر کسی کو دوسرے کمرے میں یا کالج سے جانا ہو تو اپنی چیزیں لے جاوے اور حساب و کتاب کی ضرورت ہی واقع نہ ہو۔ ایک دفعہ دو بزرگ کچی بارک میں رہا کرتے تھے۔ چونکہ بہت ہی شیر و شکر تھے ہر چیز مشترک تھی : بغیر صلاح و مشورے اور اتفاق کامل کے نوکر تک کو سزا اور انعام بھی نہ دیتے تھے ۔ ایک دن باہم کچھ مشت مشت ہوگئی' نوبت باین رسید کہ دوستی منقطع ہوگئی جیسا کہ مولانا حالی نے فرمایا ہے ۔

بڑھاؤ نہ آپس میں ملت زیادہ
مبادا کہ ہو جائے نفرت زیادہ

تقسیم جائداد تک معاملہ پہنچا' چوں کہ ملکیت اشتراک مساوی تھی سوائے نوکر کے ہر چیز کو نصف نصف قطع کر لیا گیا' نصف سرکی' نصف پلکھا' نصف فرش' متکوں تک کے ٹکڑے بانٹ لئے گئے ۔ کسی کا نقصان ہوا ہو یا فائدہ' طالب علموں کے لئے ایک خاصہ مشغلہ اور تماشہ ہوا ۔

کمرے کی صفائی کی سخت احتیاط کرنا ۔ بے دھلے ملچے برتن کمرے میں نہ آنے دینا' میلے کپڑوں کے لئے

ایک تھیلا لےجانا، اس میں بند کرکے ایک کونے میں سونے کے کمرے میں لٹکا دینا -

دھوبی معقول رکھنا، ذرا زیادہ دام دینے سے کسی پروفیسر کا دھوبی جو عموماً ہوشیار ہوتے ہیں کپڑے دھو دیا کرے گا اور جب چاہو گے کپڑے مل جایا کریں گے، شیروانیاں، پتلون، کوٹ وغیرہ سوائے ایسے دھوبی کے دوسرے کو دینا کپڑوں کا ناس کرانا ہے -

نوکر رکھنا ضروری ہے، نوکر کی تنخواہ تقسیم کر لینا اور ہر طالب علم کا اپنا اپنا حصہ علحدہ دینےکی ذمہ‌داری لینا، نوکر کی تنخواہ ہمیشہ پہلی تاریخ وقت پر اداکرنا، اور گو بےجا نرمی کرنا کمزوری ہے، کسی قسم کی سختی ملازم پر نہ کرنا - گو دنیا میں سرمائے کو محنت پر اقتدار حاصل ہے مگر اصلی عزت محنت ہی کو ہے - وہی قوم مزدور پر ظلم کرتی ہے جو پست حالت اور غلام ہوتی ہے، اور وہی لوگ اپنے ماتحتوں اور ملازموں پر تشدد کرتے ہیں جو خود غرض اور تنگ خیال ہوتے ہیں -

گرمیوں میں ایک پنکھا قلی کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اگر ہوسکے تو ٹٹی کا بھی انتظام کرلینا کیونکہ حرارت شدت کی ہوتی ہے -

(طعام)

دنیا نے آج تک جس قدر تہذیب حاصل کی ہے

اور ترقی کی ہے اس کی بنیاد محض دو چیزوں پر قایم ہے: اشتہا اور جنسی محبت۔

جنسی محبت سے کیا مراد ہے اس سے یہاں بحث نہیں۔

کھانے کے متعلق دو امور نہایت واضح طور پر سمجھنے چاہئیں - ضرورت اور اشتہا سے کم کھانا نہایت سخت جسمانی گناہ ہے جس کا کفارہ آئندہ عمر میں جب سن متجاوز ہوجاتا ہے دینا پڑتا ہے - ضرورت سے زیادہ کھانا بھی سخت غلطی ہے -

کھانے کو ورزش تحلیل اور ہضم کرتی ہے - جس قدر زیادہ ورزش اور ریاضت کی جائے اتنا ہی زیادہ کھانا چاہئے۔

کھانا وہ کھانا چاہئے جو جزوبدن ہو - بہت سی اشیاء جو زبان کا چٹخارہ رکھتی ہیں بیشتر مضر ہوتی ہیں۔ ایک جرمن پروفیسر نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے شہنشاہ فریڈرش اعظم کی فتوحات کا راز جرمن قوم کے لوگوں کی عمدہ صحت اور نا قابل مقابلہ طاقت تھی -

میں نے کہا "اور اس طاقت کا راز کیا تھا؟" جواب دیا کہ "جو کا دلیا جو ہر جرمن صبح کے وقت ناشتے کے طور پر کھایا کرتا تھا"۔

اور اب اس طاقت کا کیا حال ہے -

نصف بھی نہیں رھی اب سپاھی تک تھوہ پیتے ھیں۔
ھندوستان میں ملکی، مذھبی، قومی، مالی جسمانی مشکلات اور کمزوریوں کا باعث صرف یہ ھے کہ، شکم نان سے خالی ھیں۔

پیٹ میں کچھ نہیں ھے یوں چپ ھوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی۔

غالب بتصرف /

یورپ میں آئے دن ایجاد اور 'اختراع' تصنیف اور تالیف، فتوحات اور دریافت کا شور سوائے اس کے اور نہیں کہ

جب آدمی کے پیٹ میں جاتی ھیں روٹیاں۔
کیا کیا خیال اس کو سجھاتی ھیں روٹیاں۔

پس جان برادر! کھانے کو تعلیم پر بھی مقدم سمجھنا، جان ھے تو جہان ھے، تعلیم کے ساتھ صحت کامل اور عمر طبعی چاھئیے، تاکہ کچھ کام سر انجام ھوسکے۔

مقدمہ اصل مضمون سے بڑھ گیا۔

کالج میں کھانے کی شکایت ھمیشہ سے ھے اور ھمیشہ تک رھے گی۔ بہت سے طالب علم اس "سدا بہار" مضمون پر بار بار طبع آزمائی کرنے سے آخر مشق کامل می کند کتابوں کے مصنف ھوگئے۔ ترستیان کالج میں اسکے متعلق معرکے کے مقابلے ھوئے، طالب علموں نے اسکے متعلق شورشیں برپا کیں، ملازموں نے کبھی ھڑتال کی، کبھی دستاوپا بستہ یک قلم خود نکالے گئے۔ نواب صاحب نے ایک مرتبہ اس

شکایت پر کہ کھانے میں بال ہوتے ہیں تمام باورچیوں کے سر منڈوا دئے مگر نہ کھانے کی حالت بدلی نہ شکایات کم ہوئیں۔ کچھ کھانے کا تصور ہے کچھ طالب علموں کا ہے۔ اگر دریافت کیا جائے کہ فرداً فرداً کیا شکایت ہے تو جغرافی، مذہبی، جسمانی، طبعی حیثیت سے ہر شخص کو ایک نئی شکایت ہے'۔

لکھنوی اور اہل دہلی چاہتے ہیں کہ ''من وسلویٰ'' سید احمد خاں کی اُمت پر بھی نازل ہو تاکہ اُن کی نفیس طبائع گوارا نوش جان کرسکیں۔

اہل پنجاب کہ سادہ مزاج اور مشقت طلب ہیں کہتے ہیں کہ ہم سے یہ ''من وسلویٰ'' نہیں کھایا جاتا، ہمیں تو وہی زمین کی ترکاریاں، مسور کی دال، لہسن اور پیاز چاہئے، بھلا یہ چیزیں (چنجاں) یہاں (علی گڈھ) میں کہاں؟

پس کھانے کی اصلاح کے وہم میں مبتلا ہونا فضول ہے۔

(ناشتہ)

ناشتہ یا تو چاء اور مکھن، ڈبل روٹی (توس) کا کرنا یا Plasmon Cocoa کا اگر کوکو سے شوق ہو، یا دلیا یعنی دودھ اور Quakers Oats کا یا دودھ چاہئے یا اور کسی چیز کا جو مرغوب طبع ہے۔ مگر ہمیشہ ناشتہ کرنا۔

جس قدر صبح ناشتہ کرو اتنا ہی بہتر ہے تاکہ دن کے کھانے تک کافی وقفہ ہضم طعام تک مل سکے۔

نوکر کو ہمیشہ علی الصباح آنے اور حاضر ہونے کی ہدایت کرنا۔

(دن کا کھانا)

دن کے کھانے کے ساتھ جب کبھی ہوسکے کوئی موسمی پھل وغیرہ ضرور خرید لیا کرنا۔

مٹھائی بہت کم کھانا۔

سہ پہر میں حسب پسند کچھ کھانا۔

گرمیوں میں لیمو کا شربت اور ''بڈھے شربت فروش'' کا فالودہ مایۂ حیات ہے۔

شب کا کھانا ڈائننگ ہال میں ہوتا ہے۔

طالب علم کچھ زائد دام ادا کرنے پر حسب منشا کھانا تبدیل کرا سکتا ہے۔ اسکے قواعد وہاں جاکر کسی ''مانیٹر'' صاحب کی معرفت دریافت کرلینا۔ کھانا تبدیل کراتے رہنا کیوں کہ بلحاظ صحت کے بھی یہ ضروری ہے اور اس امر کے لئے کچھ زیادہ خرچ کو ہرگز فضول خرچی شمار نہ کرنا۔

(کھیل اور ورزش)

جیسا کہ میں اپنے اس خط میں جو گذشتہ سال تحریر کیا تھا مفصل لکھ چکاہوں، حقیقی انسان اُسی وقت بنتا ھے جب کہ نہ صرف روح بلکہ روح کا مسکن یعنی جسم بھی صحیح حالت میں ھو-

قدیم اھلِ یونان سے علوم وفنون میں آج تک کوئی قوم سبقت نہیں لے گئی- ''سقراط'' سے الٰہیات اور ''افلاطون'' سے فلسفے میں اور ''فدیث'' سے فنون لطیفہ میں کوئی بڑا اُستاد نہیں ھوا- یہ شراب یونان ھی سے جس کا جام مسلم شارحین کا لب آشنا ھوکر آج بزم فرنگ میں دور کناں ھے اور جس کے لئے ترک اور فارسی، جاپانی اور چینی ھندی اور روسی تشنہ لب بیتاب اور منتظر ھیں- ایشیائی داستان گو کا بیان ھے کہ یونانیوں نے اس قدر ترقی کی کہ دعوائے خدائی کرنے پر آمادہ ھوئے- اس لئے ان پر عذاب نازل ھوا اور خدا نے یونان کا تختہ اُلٹ دیا- جس توجیہ کی بنا پر اب اُن کو غریقوں (Greeks) کہتے ھیں-

مگر یونان کی اس حیرت انگیز ترقی کا راز کیا تھا' یونان نے قوانین کے مطالعے سے مملکت اسپارٹا میں اُن تمام بچوں کو جو معذور کمزور یا نحیف ھوتے تھے سرکاری انتظام اور حکم سے قتل کردیا جاتا تھا، دو ایک موجودہ مادئین فلسفوں کی بھی یہی رائے ھے، تمام بچے قومی قلعوں میں

پرورش اور تربیت پاتے تھے' لڑکوں اور لڑکیوں' مردوں اور عورتوں سب پر روزانہ فوجی قواعد لازمی تھی۔ ہر عزت اور شہرت کا انحصار دلیری اور شہزوری پر تھا۔ سلطنت اشینہ Athens کے قوانین اس قدر سخت نہ تھے مگر اس سے بعید بھی نہ تھی' وہاں تمام باشندوں پر جسمانی تعلیم اسی طور جبراً لازم قرار دیگئی تھی جس طرح دماغی تعلیم یورپ میں فی زمانہ بچوں پر جبراً لازم ھے۔ جسمانی ریاضت مذہب کا جزو اعظم تھی۔ "ادلفی" کے معبد میں ورزش کے کرتب اور جسمانی طاقت کے ھنر دکھائے جاتے تھے جو سب سے بازی لےجاتا تھا اُس کو لارل کا تاج پہنایا جاتا تھا اور اس سے زیادہ کوئی عزت نہ تھی۔ مرد برھنہ بے زین ولگام نیم وحشی گھوڑوں پر سمندر کے کنارے فن شہسواری کے معجزے دکھلاتے تھے۔ عریانی کا باعث یہ تھا کہ خوبصورتی مرد اور عورتوں دونوں میں چہرے سے زیادہ جسم میں دیکھی جاتی تھی۔

یہ تصویر آسا اجسام ھی جن کی کیفیت کا نقشہ میر باقرعلی داستان گو ھی کھینچ سکتے ھیں اُن بے مثال فوق الانسان دماغوں کا راز تھے۔

گذشتہ اسلامی طاقت اور جبروت کی بنیاد اس امر پر قائم تھی کہ ہر اھل قلم اھل سیف اور ہر صاحب سیف صاحب قلم تھا۔

آج بھی کیفیت یورپ کی ہے -

پس حیات شخصی اور حیات قومی کے لئے لازمی ہے کہ اجسام کی کامل حفاظت اور اعلیٰ تربیت کی جائے۔

دماغی تعلیم کے لئے مطالعہ اس قدر ضروری نہیں جس قدر ریاضت جسمانی تعلیم کے لئے ضروری ہے -

اگر کوئی طالب علم روز صبح اُٹھ کر نصف گھنٹہ مطالعہ کر لیا کرے تو کیا یہ محنت اس کے باعلم ہونے کے لئے کافی ہوسکتی ہے ؟ نہیں -

اس لئے جو طالب علم آدھ گھنٹہ صبح ورزش کرلینے کے بعد یہ خیال کرے کہ یہ ورزش جسمانی ضروریات کو کافی ہے وہ بھی محض غلطی پر ہے -

اگر آٹھ نو گھنٹہ (مع حاضری کالج) مطالعہ کیا جائے تو چار پانچ گھنٹے روز ورزش کرنا ضروری ہے -

صبح کی ہوا خوری سے بہتر کوئی شے لصالت للدرستی نہیں۔ "چلنا" سب سے بہتر ورزش ہے۔ تمام حیوانات اسی سے اپنی صحت قائم رکھتے ہیں۔

صبح خیزی اور قدرت کا تنہا خاموشی میں مطالعہ کرنا جذبات شاعرانہ پیدا کرتا ہے اور اگر شاعری طبیعت میں پہلے سے موجود ہو تو تخیل کو رفعت اور بلندی

عطا کرتا ھے' ابوالفضل نے اپنے بھائی علامہ فیضی کی تعریف ان مختصر الفاظ میں کی ھے' ''سحر خیز بود و دانش پژوہ''۔

اپنی بائسکل ھمراہ لے جانا' جب ھوا خوری کو جاؤ تو بائسکل پر جاسکتے ھو۔

سینڈو کے ڈمبل (یا دو لیور) کا ایک دور روز کرنا لازم ھے' ورزش کے بعد تیل کی مالش کرنا اور شیر گرم پانی سے نہانا حکیم محمود خاں مرحوم کی رائے میں دس لازمات زندگی میں سے ایک ھے۔

اور ورزشوں کی بابت میری یہ رائے ھے کہ اُن کھیلوں اور تفریحات کو ترجیح دینی چاھئے جو ضرورت کے وقت مفید ثابت ھوسکیں اور خطرے کے وقت کام آسکیں۔ شام کو میری رائے یہ ھے کہ ''سواری'' سیکھو۔ مردانہ زندگی اسکے بغیر ناکامل ھے' تمام اطباء کی متفق رائے ھے کہ سواری ھی ایک ایسی ورزش ھے جو دماغ کو فائدہ پہنچاتی ھے۔

تیرنے کا انتظام شاید اب مُہیا ھوگیا ھو' تعطیلات کے ایام میں دن کے وقت یہ بہت موزوں ھے اور ایام گرما میں اس سے زیادہ مرغوب کیا شے ھوسکتی ھے۔ راھبوں کی رائے میں جسمانی حیا کو قایم رکھنے کے لئے سرد پانی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

جس شام کو سواری کو نہ جاؤ، ٹینس، فٹ بال ہاکی وغیرہ حسب منشا کسی کھیل میں شریک ہو سکتے ہو -

ورزش کا بہترین موسم برسات ہے - اس میں جسم بہت جلد کسرت کے فائدے سے مستفید ہوتا ہے - اس کے بعد زمستان اور بہاراں، گرمیوں میں اسقدر زیادہ ورزش نہیں کی جاسکتی.

ورزش میں رفتہ رفتہ اضافہ کرنا چاہئے - ہمیشہ اس مشہور قصے کو یاد رکھنا چاہئے جس میں بیان ہے کہ ایک شخص ہر روز ایک گوسالہ کو اُٹھاتے اُٹھاتے آخر بیل کو اُٹھانے کے قابل ہوگیا تھا -

دو باتیں اور اس ضمن میں بیان طلب ہیں -

جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ہر نفس میں حموضہ Oxygen جو غاز Gas مایۂ حیات ہے شش Lungs میں داخل ہوتی ہے اور تمام اُن ذرات اور خفیف ریزات کو جو بےکار ہوتے ہیں جلا دیتی ہے - مگر زیادہ نشست کی عادت اور ورزش کی کمی سے صحیح طور پر کامل سانس لینے کی طاقت جاتی رہتی ہے اور اس سے امراض سینہ پیدا ہوسکتے ہیں -

اس لئے ہمیشہ صحیح اور کامل سانس لینے کی عادت ڈالنی چاہئے - اس کا طریقہ یہ ہے : سانس ہمیشہ

پورا اور ناک کے ذریعے لینا چاهئے - ایک اور امر یہ هے
کہ هر سانس لینے میں پیٹ اور پیڑو میں انقباض
Contraction اور سینے میں انبساط Sublation پیدا
هونا چاهئے - لوگ عموماً اس کے خلاف سانس لیتے تھے -
کوشش سے یہ عادت درست هو سکتی هے -

دوسرا امر یہ هے کہ چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے میں
همیشہ جسم کو مستعد اور مستقیم حالت میں رکھنا
چاهئے - جیسی عادت اختیار کی جائے جسم کی ساخت
اُسی کے موافق بدل سکتی هے - ارتقا کے متعلق بعض
بعض نظریات پر غور کرنے سے میری رائے یہ هے کہ اگر
انسان کوشش کرے تو اپنی عادت کی تبدیلی سے مردم
آبی تک هوسکتا هے' البتہ اس کے لئے هزاروں برسوں کی
ضرورت هوگی -

بہت سے لوگ محض اس وجہ سے نحیف هیں کہ
همیشہ وجہ بےوجہ کسی نہ کسی فکر میں رهتے هیں -
همیشہ خوش رهنا چاهئے' انہضام طعام کے لئے قہقہہ سے
بہتر کوئی چورن نہیں -

(تفریح)

یونین میں شام کو اکثر کھیل هوتے هیں : مثلاً تاش'
شطرنج' ڈرافٹ وغیرہ - ان میں شریک هوتے رها کرو - کھانے
کے بعد ایک گھنٹہ آرام ضروری هے' اور اس وقت کے لئے
یہ سب سے بہتر شغل هے -

اس وقت کے علاوہ تعطیلات کے دنوں میں یا اور اوقات میں تاش، شطرنج کھیلنا میری رائے میں جائز نہیں ہے -

تعطیلات میں اکثر (Excursions) سیر کرنے طالب علموں کے گروہ جایا کرتے ہیں اور اکثر ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب یا اور پروفیسر ان کے ہمراہ جاتے ہیں، ان میں ضرور بالضرور شامل ہوا کرو اور جو چیز نباتی یا حیوانی یا حجری قابل توجہ یا دلچسپ معلوم ہو اس پر اپنا تجربہ یا مشاہدہ یا رائے قلمبند کرتے رہا کرو -

مسئلہ کون یا ارتقا جس نے فی زمانہ تمام اقلیم علم کو فتح کرلیا ہے، اس طور دریافت ہوا کہ ڈارون ایک جہاز بیگل نامی میں ایک جزیرے کی سیر کو گیا اور وہاں کی تمام نباتات اور جاندار مخلوق کو " آنکھوں" سے دیکھا - غور سے معلوم ہوا کہ انواع مخلوق خاص قوانین کی پابند ہیں- مزید غور پر اپنا نظریہ Theory پیش کرنے کی جرأت کی جو نہ صرف صحیح ثابت ہوئی بلکہ زمانے کی سب سے بڑی دریافت اور تحقیقات نکلی -

کسی جانور یا جاندار پر ظلم کرنا سخت ناروا اور وحشت اور غیر انسانیت کی علامت ہے مگر تلاش علم میں اگر ضرورت ہو تو جانوروں کی اعضائی حالت وغیرہ

کا مطالعہ کرنے کے لئے ان کو مار کر مشاہدہ اور مطالعہ کرنا لازم ھے -

اس کے علاوہ جب کبھی چار پانچ دن یا بیش کی تعطیلات ھوں تو دھلی، لکھنؤ، آگرہ وغیرہ ان مقامات کی سیر کو جانا اور ھر شے کو بغور دیکھنا اور سمجھنا لازمی ھے -

سفر سے بہتر کوئی تعلیم نہیں مگر جس نے اپنے ملک کو نہیں دیکھا اُس نے تو گویا تعلیم کی ابتداء ھی نہیں کی - جو علم کتابوں تک محدود ھے اور جس کی صحت یا غیر صحت کا دنیا کی عملیات پر تجربہ کرنے سے اندازہ نہیں کیا گیا وہ علم در ''سفینہ'' ھے در ''سینہ'' نہیں اور محض بیکار ھے -

انگریز ھندوستانیوں سے جغرافی اور ظاھری سیر کے لحاظ سے ھندوستان سے زیادہ واقف ھیں - کوئٹے سے علی گڈھ جب موسم زمستان میں جاؤ تو حسب موقعہ بیچ کے مختلف شہروں کو ضرور دیکھو -

شہروں کی سیر میں بھی اپنا ایک خاص مضمون رکھنا چاھئے جس کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے : مثلاً کہنہ عمارات یا تجارت یا معاشرت یا فنون یا مذاھب وغیرہ، ھر شہر کے متعلق اپنی یاد داشت کے طور پر

جو امور دلچسپ اور ضروری معلوم ہوں قلمبند کرنے چاہئیں -

(صحت)

جان ہے تو جہان ہے -

صاف ہوا ' صاف پانی ' طاقت دہ اور پوری غذا ' روشنی ' ورزش ' حفاظت جسمانی اور اعتدال صحت کے لئے ضروری ہیں -

اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ تمام علم الحکمت کو چند جملوں میں بیان کرو تو میں یہ کہوں گا ''جسم انسانی دو مختلف اور متضاد اشیاء کا مجموعہ ہے' اس میں دو مختلف اور متضاد سلسلے ہیں : پہلا سلسلہ اعصاب الحس کا ہے جو دماغ سے متعلق ہیں اور بذریعہ نخاع (حرام مغز) کے تمام جسم پر مسلط ہیں- دوسرا سلسلہ عضلات الحرکت کا ہے جوخودکار ہیں ' یعنی بلا ارادۂ انسانی ہمیشہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں- دل ہمیشہ خواہ ہم جاگتے ہوں یا سوتے ' ہوش میں ہوں یا بے ہوش ' خون کو شرائین اور اوردہ میں تقسیم کرتا رہتا ہے ' شش ' کبد ' معدہ ' ہمیشہ اپنا کام سر انجام دیتے رہتے ہیں ' ان اعضا کو دماغی ارادے سے کوئی تعلق نہیں'' -

اعصاب Sympethetic System کا تعلق بالخصوص دماغ اور نیز اعضاء جلسی سے ہے، عضلات الحرکت Automatic System کا تعلق بالخصوص دل اور معدے سے ہے -

ان دونوں نظاموں یا سلسلوں کی کیفیت برعکس ہے، اعصابی سلسلے کو ہمیشہ سکون کی ضرورت ہے، عضلات الحرکت کے سلسلے کو ہمیشہ تحریک اور جنبش Exitement & Motion کی ضرورت ہے -

پس صحت کو قائم رکھنے اور جسم کو صحیح حالت میں رکھنے کی تدبیر صرف یہی ہے کہ اعصاب کو تحریک Excitement سے محفوظ رکھا اور بچایا جائے اور اعضاءالحرکت کو جنبش اور تحریک دی جائے -

اعصاب کو مضر تحریک دو طور پر ہوتی ہے : دماغی یا نفسانی ہیجان سے - چونکہ اعصاب کا تعلق دماغ سے ہے اور دماغ ہی سلطان البدن ہے، ان دونوں میں سے کسی غلطی میں مبتلا ہونے کا انجام صرف عدم صحت ہی نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ ہے -

عضلات الحرکت کو سکون سے یوں مضرت پہنچتی ہے کہ اگر پوری ورزش نہ کی جائے تو خون کی رفتار میں کمی آجاتی ہے اور جسم کے اُن حصوں میں جو سب سے زیادہ فاصلے پر ہیں یعنی ہاتھ اور پاؤں، خون پوری مقدار

میں نہیں پہنچتا، اس سے تمام نظام رفتہ رفتہ خراب ہوجاتا ہے اور آخر نقصان جسمانی کا باعث ہوسکتا ہے۔ پس اعصاب الحس زیادہ دماغی کاوش، فکر، بیجا مطالعے کی زیادتی سے بچانا چاہئے اور طبائع حیوانیہ پر ہمیشہ قابو رکھنا چاہئے، نیز اعصاب الحرکت کو ہمیشہ ورزش سے چاق اور صحیح حالت میں رکھنا چاہئے۔

صاف ہوا کے لئے پچھلے کمرے کا دروازہ کھلا رکھنا چاہئے، جاڑوں کے زمانے میں بستر خوب گرم ہونا چاہئے اور سردی سے احتیاط چاہئے مگر ایک حد تک دروازہ ضرور کھلا رہنا چاہئے۔

زکام کھانسی وغیرہ سے رہنے میں آرام کی سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ صاف ہوا میں زیادہ رہا جائے، صبح کو ہوا خوری باقاعدہ کی جائے، سر منہ کو خواہ مخواہ لپیٹا باندھا نہ جائے۔

اگر جاڑوں میں انڈر ویر بنیان اور جرسی، پاجامہ) گرم استعمال کرو تو زیادہ کپڑے لادنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور جسم کو حرکت کا پورا موقع ملتا ہے اور آرام رہتا ہے۔

پینے کا پانی ہمیشہ تازہ رکھنا چاہئے، صراحیاں ذرا جلد جلد بدلنی چاہئیں، موسمی شکایات کے زمانے

میں پانی کو صاف دیگچی میں پکوا کر ٹھنڈا کر کے پینا چاہئے -

نہانے کا وقت پر لحاظ رکھنا چاہئے' گرمیوں میں دن میں دو وقت نہانا (صبح اور شام) معمول ہے' کپڑے جلد جلد بدلنے لازم ہیں' شیروانیاں بھی جلد جلد بدلنا چاہئیں' دھوبی ایسا رکھنا چاہئے جو جلد کپڑے دے دیا کرے -

سر کے بال بیجا بڑھنے نہ دینے چاہئیں' وقت پر بال دوسرے ہفتہ کتوانے چاہئیں- فیشن طبیعت پر منحصر ہے مگر حد سے زیادہ چھوٹے بال انگلستان کی طرح علی گڈھ میں فیشن سے باہر ہیں- یہاں جرمنی میں بہت سے طالبعلم ''مشین'' سے سر منڈاتے ہیں' ہاتھ اور پاؤں کے ناخنوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے -

ناخن ہمیشہ صاف رکھنے چاہئیں -

ہاتھ دن میں تین چار بار دھوانے چاہئیں- یہ امر خصوصاً گرمیوں میں صحت کے لئے نہایت ضروری ہے-

دانتوں کو ہمیشہ صاف رکھنا چاہئے- غیر صاف دانت کاہلی ظاہر کرتے ہیں نیز یہ کہ طبیعت میں نفاست نہیں- چہرے کی خوبصورتی کو خراب کرتے ہیں اور ہضم میں فتور پیدا کرتے ہیں -

(Shave) داڑھی مُنڈانے کے متعلق بھی ایک نکتہ بیان کردینا ضروری ہے۔ جہاں تک ہوسکے اس کو ٹالنا لازم ہے - جلد اور زیادہ ''شیو'' سے بال سخت ہوجاتے ہیں' زیادہ ہوجاتے ہیں' اور بعد میں تکلیف دیتے ہیں۔ جب ''شیو'' کرنا ہو تو انتہائی ''شیو'' ہونا چاہئیے جتلے چہرے پر خط ہو' مختصر یہ کہ عجلت نامناسب ہے -

مضمون صحت کی تکملات

کسی نے کسی حکیم سے دریافت کیا کہ وہ کیا مرض ہے جو تمام امراض کی جڑ ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ ''ام الامراض قبض ہے''۔

اگر قبض کی شکایت رہتی ہو تو اسکا تدارک لازمی ہے - ھلیلہ کی کہانی تو تمہیں معلوم ہی ہے؛ جس طرح قبض سب امراض کا ایک مرض ہے ایسے ہی ھلیلہ سب امراض کی ایک دوا ہے - گم گشتہ گدھا اور کھویا ہوا ھار اس سے مل جائے - یہاں تک کہ دشمن پر بھی فتح حاصل ہوسکتی ہے -

مُربہ ھلیلہ (ھندوستانی دواخانہ دھلی) سوتے وقت یا تین عدد شب میں کھالیا کرنا ؛ یہ سب سے بہتر دوا ہے - اس کے علاوہ ادویات میں کم و بیش مضرت ہے' یہ جگر کو بھی مفید ہے اور آنکھوں کی روشنی بڑھاتا ہے -

دوسری دوا بادام مُقشر اور دودھ سوتے وقت پینا، بادام مُقشر کی تعداد طبیعت پر منحصر ھے۔ بادام مقشر کوئٹے سے ساتھ لے جانا۔

اگر مسہل کی ضرورت ھو تو Kutnows Powder سب سے بہتر ھے - یہ قدرتی مسہل ھے اور اس سے کسی قسم کی شکمی تکلیف نہیں ھوتی۔ گرمیوں میں سرد پانی میں اور جاڑوں میں گرم پانی میں استعمال کرنا چاھئے -

کھانے میں میوے کا زیادہ استعمال قبض کا بہترین تدارک ھے ۔ گوشت کم اور ترکاریاں زیادہ کھانا لازم ھیں - کھانسی بھی اکثر قبض سے ھوجاتی ھے؛ اگر کبھی کھانسی کی شکایت ھو تو معدے کی حالت کا ضرور لحاظ کرنا۔
گلے کی خراش کے لئے FORMAMINT سب سے عمدہ دوا ھے -

اگر کبھی باھر جانے کی موسم گرما میں ضرورت ھو اور گرمی کا اثر معلوم ھو یا لو کا خیال پیدا ھو تو کچے آم کا پنا۔ آم کو بھوبل میں دبا کر، جب پک جاوے اسکا رس نکال کر سرد پانی میں ملا کر کسی قدر نمک داخل کرکے پینا چاھئے۔ اگر جی چاھے تو شکر بھی ملا سکتے ھیں مگر اس صورت میں اس قدر زیادہ مفید نہیں -

اگر خدا نخواستہ کبھی طبیعت ناساز ھو تو ڈاکٹر

صاحب یا حکیم صاحب کے علاوہ مولانا خلیل احمد صاحب سے بھی رجوع کرسکتے ہو۔

(تدبیر منزل)

تدبیر منزل کے متعلق یہ چند باتیں ملحوظ رکھنا۔

اپنے کمرے کو ہمیشہ صاف اور آراستہ رکھنا، اُن طالبعلموں میں سے نہ ہونا جن کے کمرے صرف معائنے کے دن ہی صاف نظر آتے ہیں ۔

باہر کے دروازے پر چق، اندر کی طرف سفید پردہ اور اندر کے دونوں محرابی دروازوں پر پردے نیز غسل خانے پر پردہ لازمی ہے ۔

چاء کے برتن گو سستے مگر یک رنگ ضرور رکھنا تاکہ کبھی کسی پروفیسر صاحب کو مدعو کرنا ہو یا کوئی معزز مہمان جائے تو برے نہ معلوم ہوں ۔

پانی پینے کا گلاس کاغذی بلور کا کم از کم ایک ہمیشہ موجود رکھنا ۔

اُن کتابوں کو جن کا روزانہ کام کے لحاظ سے باہر رکھنا ضروری ہو الماری اور میز پر باقاعدہ قرینے سے رکھنا، بہتر یہ ہے کہ کتابوں پر نمبر لگادئے جائیں اور نوکر کو سمجھادیا جائے تاکہ وہ خود اُن کو روزانہ درست کردیا کرے۔

ردی کاغذوں کے لئے ایک ''کاغذ انداز'' میز کے نیچے موجود ہونا چاہئے -

غسل خانے میں کافی پانی، صاف تولیہ، صابن، منجن، برش وغیرہ ہمیشہ موجود رہنا چاہئے - ایسی چیزیں احتیاط سے علاحدہ رکھنی چاہئیں -

لباس خواب کے رکھنے کی جگہ بستر ہے -

باہر کے کمرے میں صرف پڑھنے اور نشست برخاست کا سامان ہونا چاہئے -

ایسی چیزیں نہ خریدنا جن کا کوئی مفید مصرف نہ ہو؛ غیر مفید آرائش کا نہ ہونا ہی بہتر ہے -

اپنے لباس کو ہمیشہ صاف رکھنا - ''الناس باللباس'' نہایت ہی صحیح ہے، لباس میں خوش وضعی اور خوش نظری تہذیب اور شائستگی کی علامت ہے -

انگریزی لباس پہننے کی حالت میں سفید کالر اور سفید قمیص کو گرمیوں میں ہفتے میں تین بار اور جاڑوں میں کم از کم دو بار بدلنا لازمی ہے، اگر یہ بار ہو تو انگریزی لباس ہرگز نہ پہننا -

جو لباس ہو بالکل صاف بے داغ ہونا چاہئے - بٹن تمام ثابت اور استوار اور بند ہونے چاہئیں - بٹن خواہ مخواہ

کھلے ہونا مزاج میں وحشت کی علامت ہے -

رومال سفید اور بے داغ ہمیشہ جیب میں رہنا چاہئے -

جرابوں' بنیان وغیرہ کا صاف ہونا صحت کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے -

بوٹ کے تسمے درست ہونے چاہئیں اور روز صاف ہونے چاہئیں' یہ ایک مسلمہ رائے ہے کہ اگر کسی شخص کی حالت معلوم کرنا چاہو تو ہمیشہ اُس کے جوتے کو دیکھو - امارت' غیر امارت' فضول خرچی' کفایت شعاری' خیالات میں قدامت یا جدت' عادات اطوار سب جوتے سے معلوم ہوسکتے ہیں- پس ہمیشہ احتیاط کرنی چاہئے کہ جوتا اپنے خلاف ہر کس و ناکس کے سامنے شہادت دیتا نہ نظر آئے-

ٹوپی (محسن الملک و تاج الملک) وضعدار مناسب رنگ اور صاف ہونی چاہئے -

لباس قیمتی کپڑے کا نہ ہونا چاہئے یہ فضول خرچی ہے مگر عمدہ وضع' نفیس انتخاب اور صاف دھلا ہوا اجلا بے داغ ہونا چاہئے -

(اطوار)

اطوار Manners پر ایک کتاب چند روز ہوئے پروفیسر

''ماریسن'' کی تصنیف ڈیوتی شاپ میں ملتی ہے' اُس کو خرید کر ضرور پڑھ لینا' اس لئے اس مضمون کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں -

(تمدن)

کالج ایک دنیا ہے جس میں ہر طبائع اور کیفیت کے لوگ موجود ہیں' جہاں آبدار بے بہا گوہر ہیں وہاں اس کے خلاف بھی ہیں -

انسان ہمیشہ اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے' اچھوں کی صحبت میں رہنا سب سے بڑی نعمت زندگی ہے - جو اچھوں کو تلاش کرتا ہے وہ اچھوں کو خود ہی پا جاتا ہے

جہاں طبیعت میں ملائمت ہونی چاہئے جس سے لوگ گرویدہ ہوں' وہیں ضرورتاً قوت دافعہ اور سختی بھی ہونی چاہئے جس سے ناقابل دوستی لوگوں کی مدافعت کی جاسکے -

اپنا عام برتاؤ مدارات اور صاحب سلامت کا رکھنا چاہئے- اس امر کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے -

خاکساروں سے خاکساری ہو سر بلندوں سے انکسار نہ ہو

مگر دوستی میں کامل انتخاب واجب ہے -

کالج کی زندگی میں بے اختیار پہلے ہی روز حصہ لینا شروع نہ کردینا چاہئے - دیر آید درست آید۔ صبر کا ثمر ہمیشہ شیریں ہوتا ہے - ہر کیفیت کا بغور مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اپنی رائے کے مطابق اس میں شرکت یا غیر شرکت، مداخلت یا عدم مداخلت کا فیصلہ کرنا چاہئے- اگر دوسرے طلباء ایسا کریں بھی اور ایسا کرنے کی تحریص اور ترغیب دیں تب بھی اس سے حذر واجب ہے، چھ ماہ میں خود ہی سب نشیب و فراز اور حالت و حقیقت معلوم ہوجائے گی، اُس وقت اپنی سمجھ اور رائے سے حصہ لینا کہیں بہتر اور مناسب اور صحیح ہوگا-

تمام طالب علموں کو اپنا بھائی سمجھنا چاہئے کالج مسلمانوں کا ہے اُن کی ترقی سے ایسا ہی خوش ہونا چاہئے جیسا کہ خود اپنی ذاتی ترقی سے- ہر شخص کی لیاقت اور قابلیت سے متمتع ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مگر کسی پر حسد نہیں کرنا چاہئے، حاسد ہونے سے محسود ہونا بہتر ہے -

کالج کی بہبودی کا ہمیشہ دل و جان سے خیال رکھنا چاہئے اور اپنے ذاتی منافع کو ہمیشہ کالج کی بھلائی کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے-

دو سال تک جس چیز کو "کالج پالیٹکس" کہتے

ہیں اُس سے عملاً قطعی حذر کرنا چاہئیے۔ اسکے بعد اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرنا چاہئیے -

ہمیشہ بلند ہمت ہونا چاہئیے - اگر طالب علم ایسی کوئی وجہ بھی دے تب بھی اُس کی شکایت سے حتی الوسع حذر کرنا چاہئیے - میں نے سات برس کے عرصے میں کبھی کسی کی شکایت نہیں کی اور نہ کبھی کسی نے میری شکایت کی - ہاں یاد آیا : ایک دفعہ چند دوستوں کے حلوا چرانے پر اُن کے ساتھ میری بھی شکایت ہوئی گو میں اس سرقے میں شریک نہ تھا - لیکن حلوا کھانے میں شریک تھا اس لئیے یہ شکایت بجا تھی اور سب پر دو روپیہ جرمانہ میر ولایت حسین صاحب نے کیا تھا - کسی حال میں بھی کسی انگریز پروفیسر سے ایسی شکایت نہ کرنی چاہئیے -

فاختہ وغیرہ طلباء کے مذاق سے جو نوآمدہ طالب علموں سے اکثر کئیے جاتے ہیں مطلق آزردہ نہیں ہونا چاہئیے بلکہ بخوشی گوارا کرنا چاہئیے مگر خود ان مذاقوں میں زیادہ شریک نہ ہونا چاہئیے -

کالج کے جملہ مشغلوں میں حصہ لینا چاہئیے - ٹورنامنٹ میچ وغیرہ دیکھنے ہمیشہ جانا چاہئیے' اور کالج کا دل بڑھانا چاہئیے؛ اگر ہوسکے حصہ بھی لینا چاہئیے - ''ناٹکوں'' میں جو طلباء کرتے ہیں اگر بحیثیت ''ایکٹر'' نہیں تو بحیثیت تماشائی ضرور شریک ہونا چاہئیے - دعوتوں

جلسوں وغیرہ میں ہمیشہ جانا چاہئے- مختلف سوسائٹیوں اور مجالس میں شریک ہونا چاہئے' مگر دو سال تک کوئی عہدہ چھوٹا یا بڑا خود یا کسی کے کہنے سے قبول نہ کرنا چاہئے- "خانہ نشینی" ہرگز اختیار نہ کرنی چاہئے -

اخبار بینی کے لئے روز جانا چاہئے مگر گھنٹہ بھر روزانہ سے زیادہ وقت اس پر ہرگز صرف نہ کرنا چاہئے- روزانہ تار کی خبریں جو دلچسپی کی ہوں پڑھ لینا چاہئیں- مضامین اخبار و رسائل میں صرف وہی پڑھنے چاہئیں' جن سے خاص دلچسپی ہو' اخباروں کا کتابوں کی طرح مطالعہ کرنا غلطی ہے- بعض طالب علم انگریزی اخباروں کے "لیڈر" اور "آرٹیکل" انگریزی کی لیاقت بڑھانے کے لئے پڑھا کرتے ہیں یہ غلطی ہے- اس کے لئے کتابیں ہیں- کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے -

جملہ رسائل پر نظر ڈال لینی چاہئے' جو مضمون پسند ہو پڑھنا چاہئے -

نماز جمعہ میں اور خصوصاً عیدین کی نمازوں میں جیسا کہ قاعدہ ہے "اہتمام" کے ساتھ شریک ہونا چاہئے -

(پروفیسر)

پروفیسروں کا ازحد ادب لازم ہے -

ادب تاجیست از لطف الہی بنہ برسر برو ہرجاکہ خواہی

بے ادبی ہمیشہ کمزور طبیعت لوگوں سے ظہور میں آتی ہے- جو لوگ غیور طبیعت خود دار ہوتے ہیں وہ دوسروں کا اُس سے بھی زیادہ ادب کرتے ہیں جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کا کریں -

ادب اور خوشامد کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے- خوشامد میں جھوٹ شامل ہوتا ہے' ادب کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے شخص کی اس کے درجے کے مطابق عزت کی جائے اور اپنی جانب سے عجز کا اظہار کیا جائے مگر یہ نہیں کہ اگر وہ غلطی پر ہو تو اس کی ہاں میں ہاں ملائی جائے' یا اگر وہ غلطی کی طرف رہنمائی کرنا چاہے تو اُس کی پیروی کی جائے- ہرگز نہیں' بلکہ فوراً ادب کے ساتھ اُس کو اُس کی غلطی سے آگاہ کردینا چاہئے' اور اس کی پیروی سے قطعاً انکار کردینا چاہئے -

اگر تم ادب کرو اور دوسرا رعونت اور غرور سے پیش آئے تو پھر ادب کی ضرورت نہیں کیونکہ '' بے ادب '' کے ساتھ ادب خوشامد ہوجاتا ہے اور ناجائز ہے' خواہ وہ بےادب پنجاہ سالہ پروفیسر ہو یا پانژدہ سالہ طالب علم' ایک

ایک ہی بات ہے۔ ادب بزرگ اور خورد' حاکم اور محکوم سب کےلئے یکساں ضروری ہے۔ زندگی کو سچائی اور حقیقت پر قائم کرنا چاہئے۔ اس میں بہت سی مشکلات بھی پیش آتی ہیں مگر اپنے ضمیر کو غیر ملوث رکھنا اور خدا کی شفاعت کا اُمیدوار ہونا بہ نسبت دنیا کی رائے میں چالاک اور دنیا ساز ہونے کے بہتر ہے۔ اخیر میں ہمیشہ راستی ہی کو فتح ہے۔

پروفیسروں کی حسب لیاقت عزت اور توقیر کرنا۔ اس وقت کالج میں لائق ترین پروفیسر ہندوستانی ہیں۔ قابلیت کو فضیلت ہے' سفید چمڑے کو کوئی شرف نہیں۔ بہت سے طالب علم انگریزوں کے خاک پا بنے رہتے ہیں اور ہندوستانی پروفیسروں کو بزعم خود نگاہ میں نہیں لاتے۔ یہ لوگ جوتوں کے آدمی ہیں' اور لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ چونکہ ڈاسن سلیم شاہی سے زیادہ ان کی خدمت کرسکتا ہے ڈاسن کے سامنے ہمیشہ سرتسلیم خم کرتے ہیں۔ خدا کا فضل ہے کہ ایسے بہت ہی کم ہیں اور اُمید ہے کہ اب شاید بالکل نہ رہے ہوں گے۔

سب پروفیسروں کو سلام کرنا لازم ہے۔

انگریز پروفیسروں سے جب تک کہ کوئی خاص طور پر مہربان نہ ہو بغیر بلائے ملنا زیادہ مصلحت نہیں۔

جب کسی انگریز پروفیسر سے ملنا ہو تو خط لکھ کر اس سے وقت دریافت کر لو اور عین اس وقت جاکر ملو۔ "نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد" اس لئے خط کا مضمون ہمیشہ مؤدب ہونا چاہئے - ان لوگوں کے بےجا غرور کی وجہ سے میرا تو ہمیشہ یہ مسلک رہا کہ گولی بیس قدم اور بندہ چالیس قدم -

ہندوستانی پروفیسروں سے جن کے نام میں نے خط بھی دئے ہیں اُن کے حسب برتاؤ وقتاً فوقتاً ضرور ملتے رہو- یہی لوگ اس وقت کالج میں لائق ترین ہیں اور انہی کی توجہ سے کچھ حاصل کرنے کی اُمید بھی کرسکتے ہو -

کسی پروفیسر سے کبھی کسی کی غیبت نہ کرو -

کسی پروفیسر کی مہربانی سے کبھی ناجائز فائدہ نہ اُٹھاؤ -

انگریز پروفیسروں کی موجودگی میں کمرے میں ہمیشہ ٹوپی اُتار لیا کرو -

اکثر ڈائننگ ہال میں "انگریزی" ڈنر ہوتے ہیں، ان میں ضرور شریک ہوا کرو -

خودداری کو ہمیشہ اصول زندگی رکھو -

(یونین)

"یونین کلب" کالج کی زندگی کی جان ہے -

کالج میں یونین کی افسری پانے اور ''کیمبرج اسپیکنگ پرائز'' حاصل کرنے سے بڑی کوئی عزت طلبا میں نہیں ہے -

یونین کی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک کا تعلق تقریر سے ہے، دوسرے کا تعلق انتخاب Elections سے ہے-

(تقریر)

یونین کی تقریروں میں ہر ہفتہ بلا ناغہ شامل ہونا چاہئے، مگر دو سال تک یونین میں خود تقریر شروع نہ کرنی چاہئے -

اس عرصہ میں ''فرسٹ ایر کلب'' وغیرہ میں مشق بہم پہنچانی چاہئے، اور نجی کوشش سے خود کو فن تقریر کے لئے تیار کرنا چاہئے -

تقریر کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ زبان پر قدرت حاصل کی جاوے، جو شخص زبان سے ناواقف ہو بچے کی مثال ہے وہ بھلا کیا کہہ سکتا ہے، قابل خندہ تقریر سے خاموشی بہتر ہے -

جس مضمون پر تقریر کا ارادہ ہو اس مضمون کے متعلق دائرۃالمعارف (Encyclopaedia) اور اور کتابوں میں کتب خانے میں مطالعہ کرنا چاہئے، اپنی تقریر لکھنی چاہئے اور ازبر کرنی چاہئے - طویل تقریروں سے جب تک

کہ لسانی پیدا نہ ہو جائے حذر لازم ہے- معقول تقریر بھی زیادہ طوالت سے سامعین پر گراں ہوجاتی ہے -

بولنے کے قبل تقریر کا متواتر آموختہ لازم ہے' بالکل اسطور گویا ''یونین'' کے سامنے ہی تقریر کر رہے ہو -

تیسرے سال سے یونین میں تقریر شروع کرنا لازم ہے- ہر ہفتہ بولنا چاہئے اور پوری محنت صرف کرنی چاہئے-

اپنی زبان میں عمدہ تقریر کرنے کے لائق ہونا دوسری زبان میں تقریر کی قابلیت رکھنے سے زیادہ ضروری ہے' کیونکہ جب کبھی تقریر کے استعمال کی ضرورت ہوگی تو اپنی ہی زبان کام آئے گی- مصطفیٰ کامل پاشا مرحوم کی (جنہوں نے جدید مصر کی بنیاد ڈالی) نسبت ایک مشہور انگریز نے لکھا ہے کہ ''اس کی زندگی کی کامیابی کا راز صرف یہ تھا کہ "He possessed the the dangerous gift of native eloquence" انگریزی میں عمدہ تقریر کرنے والے کی مثال ایک شعبدہ گر کی ہے جس کے کمال کے سحر کو دیکھ کر لوگ انگشت بدنداں بے ساختہ تعریف کرتے ہیں- خود اپنی زبان میں تقریر کرنےوالا تماشہ نہیں دکھلاتا بلکہ ضرورت کے وقت خاص وعام کے سامنے حقیقت واقعات اور حالات کو پیش کرتا ہے' سب اس کے کلام کو سمجھتے ہیں' اُس پر غور کرتے ہیں' اس سے متاثر ہوتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں- اسی طرح ملک میں انقلاب پیش آتے ہیں اور قوم ترقی کرتی ہے -

آپ کی انگریزی تقریر سمجھنے کے لئے ہندوستان کے کروڑھا لوگ اگر چاہیں بھی تو انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے رہے- پس اگر فن تقریر کا حصول ملکی منفعت اور قومی ضرورت کے لحاظ سے منظور ہے تو اس امر کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا لازم ہے -

یونین کی تقریروں میں بیجا شور مچانا افسروں کو تنگ کرنا اور اسی قسم کی اور "شرارتیں" کرنا گو جائز ہیں مگر ان کو اوروں کے لئے ہی چھوڑ دینا بہتر ہے - جو آج افسروں پر ہنسے گا ظاہر ہے کہ اگر کل افسر ہوگا تو خود بھی ایسے ہی ہنسا جائے گا - آئین دنیا کچھ عجیب ہے اوروں پر ہنسنے والے جو ہمیشہ چالاک ہوتے ہیں اپنی لیاقت سے زیادہ فائدہ یاب نہیں ہوتے -

ہر مباحثے میں آغاز سے انجام تک بیٹھنا لازم ہے - اگر کوئی تقریب بہت گراں بھی ہو تو بھی اس کو برداشت کرنا چاہئے- عملی دنیا میں بھی ایسی ہی بلکہ زیادہ بےذائقہ بےمحل فضول طویل تقریریں سننی پڑتی ہیں- پس شروع ہی عادت ہونا بہتر ہے -

مباحثے میں اپنی رائے ہمیشہ ضمیر کے موافق دینی چاہئے کسی کے کہنے سے "اثبات" یا "نفی" کی طرف نہ شامل ہوجانا چاہئے -

(انتخاب)

یونین کی نسبت کہا گیا ھے کہ یہ کبھی لائق اور کبھی نالائق کو اُٹھانے کی جر ثقیل ھے -

یونین کا انتخاب بعض طبائع کے لئے ایک عمدہ سامان زندگی پیش کرتا ھے مگر میری طبیعت کے یہ کبھی موافق ثابت نہیں ہوا اور اگر تمہاری طبیعت میری طبیعت سے متضاد نہیں تو تمہارے لئے بھی اس کی شورش میں پڑنا خلاف طبیعت ھی ھوگا - علاوہ ازیں اس کے سودا میں مبتلا ہونا اپنا تمام وقت ضائع کرنا ھے، بہت سے طلباء نے اپنا تمام زمانۂ طالب علمی اس میں ضائع کردیا ھے -

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بالکل گوشہ نشینی اختیار کرلی جائے- تمام اشیاء میں محض تماشائی کے طور پر شامل ہو، اُن سے لطف اُٹھاؤ، مگر نمایاں حصہ کوئی نہ لو، (ووٹ دینے سے زیادہ اپنی "پارٹی" سے کوئی تعلق نہ رکھو -

اپنی پارٹی اپنی سمجھ سے خود منتخب کرلو - اگر کوئی Canvasser یہ کہے کہ " مسٹر حبیب الرحمن ھماری پارٹی میں اس وجہ سے شامل ہو کہ مسٹر عبدالرحمن بھی اس میں تھے" تو جان برادر! اِس کا جواب یہ ھے کہ پارٹی کوئی میراث نہیں ھے، ممکن ھے کہ وہ

جماعت جس میں میں جب شامل تھا اب سب سے زیادہ بے اصول اور غلط راہ ہو' نیز گذشتہ دو سالوں میں میں کسی پارٹی میں نہ تھا۔

جب کسی فریق میں شامل ہو جاؤ تو بلا وجہ ضروری پارٹی تبدیل نہ کرو - اگر انسان غلط مذہب پر چل رہا ہو تو مذہب بدلنا عین ضروری ہے - لیکن مذہب بدلنے کے لئے کس قدر قوی وجوہات کی ضرورت لازم ہے - اسی طرح پارٹی بدلنے کے لیے سخت اشد ضروریات کا ہونا لازمی ہے -

دو سال تک کسی " ممبری کمیٹی " یا افسری کے لئے خود کو پیش نہ ہونے دینا چاہئے' اگر دل میں اُمنگ پیدا بھی ہو تو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ "دیر آید درست آید" صبر ہمیشہ لوازم حیات سے ہے -

صرف یہی نہیں بلکہ فرسٹ ایر یا سکنڈ ایر کی کسی سوسائٹی یا کسی مجلس کے لئے بھی خود کو اس زمانے تک بطور افسر یا منتظم پیش نہ ہونے دینا چاہئے -

میری یہ رائے ہے' آئندہ تم کو اختیار ہے -

(تعلیم)

'بارها گفته ام وبار دگر میگویم' ہماری تعلیم کا سب سے پہلا اور بڑا نقص یہ ہے کہ تعلیم ایک غیر زبان میں ہوتی ہے -

ایک مرتبہ ایک انگریز پادری سے ہندوستان کے متعلق گفتگو آئی- منجملہ اور باتوں کے میں نے دوران گفتگو میں یہ بھی کہا کہ تعلیم انگریزی زبان میں ہوتی ہے-

اس نے حیرت سے چلا کر کہا "کیا ؟" اس کے بعد توقف کے بعد کہا کہ "خدا کی قسم ہے ہزار برس میں بھی تو تم ترقی نہیں کر سکتے" -

مسلم یونیورسٹی سے بھی اس کا تدارک ابھی تو ممکن نہیں کیوں کہ مسلم یونیورسٹی گو ہمارا قومی کعبہ ہے اور ماوا اور ملجا' لیکن مولانا شبلی کے اس مصرعے کو پڑھ کر کہ 'ایں سر رشتۂ تعلیم ما در دست ما باشد' جو شعر مولانا اکبر حسین نے کہا ہے وہ بہت ہی پر معنی اور صحیح ہے'

چه خوش گفتند کایں تعلیم ما در دست ما باشد
ولے شرط است کاں دست شما دست شما باشد

ہمارے ملک کی بلکہ یوں کہئے کہ ہماری قوم کی عجب حالت ہے- جتنے امور کا تعلق حیوانیت سے جو جزو بشری ہے اُن کے متعلق تو ہم اپنی زبان میں گفتگو کرسکتے

ہیں: مثلاً کھانا، پینا، چلنا، رونا، ہنسنا، سونا وغیرہ، مگر جن امور کا تعلق انسانیت سے ہے یعنی علوم وفنون اُن میں اپنی زبان میں بالکل معذور ہیں، کسی محفل میں علمی گفتگو شروع کیجئے فوراً زبان تبدیل ہو جائے گی۔ کسی کو اردو میں علمی گفتگو کرنے کی لیاقت ہی نہیں۔ انگریزی سنئے تو انگریز نژاد ہونے کا شبہ ہوتا ہے، مادری زبان سنئے تو شبہہ یقین سے مبدل ہو جاتا ہے، بیٹے والدین کو انگریزی میں خط لکھتے ہیں ۔

قومی حالت عجب ہے۔ ہم اپنے لباس سے شرماتے ہیں، اپنی زبان سے شرماتے ہیں، اپنے رنگ سے شرماتے ہیں۔ وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ اپنی چیزوں کے استعمال پر خود قادر اور اُن کے فوائد سے خود واقف اور ان کی خوبیوں سے خود آگاہ نہیں، پھر اس کا علاج کیا ہے؟ میری خود سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ''تقلید مغربی'' کے سیلاب کو کس طاقت سے روکا جائے، مگر جہاں تک افراد کا تعلق ہے ہر شخص کا فرض ہے کہ ذاتی کوشش سے تمام مغربی علوم و حکمت کو ہندی بنانے کی کوشش کرے ۔

؎ ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد۔

اس کی ترکیب یہ ہے کہ تمام علمی اور فنون کی اصطلاحات کو اپنی زبان میں تلاش کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ بہت سے علمی الفاظ موجود ہیں مگر پرانی کتابوں میں دبے پڑے ہیں۔ اُن گوہران بےبہا کو نکالنا چاہئے،

سائنس کی اصطلاحات بھی بہت سی موجود ہیں صرف اُن کو تلاش کرکے رواج دینے کی ضرورت ہے۔ نباتیات Botany کی بہت سی اصطلاحات ''میزان الادویات'' میں مل سکتی ہیں کیونکہ ہماری طب کی تقریباً تمام ادویہ نباتی ہیں۔ اگر الفاظ مل نہ سکیں تو اُن کو خود بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کا سب سے بہتر اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ لفظ انگریزی یا جس زبان کا لفظ بھی ہو اس کے مصدر پر غور کرنا چاہئے، اکثر مصدر لاطینی ہیں اور پھر اپنی زبان میں اُس کے لحاظ سے اختیار کرنا چاہئے۔

(مثالیں)

۲	۱	۱	۲
graph	Phono	آواز	نگار
۲	۱	۱	۲
phone	Tele	دور	گو

(جرمن میں اسی لحاظ سے Fern Sprecher کہتے ہیں)

۲	۱	۱	۲
mobile	Auto	خود	رو
Scope	Micro	(پہلے سے موجود ہے) خورد	بین

پس کام اتنا مشکل نہیں جیسا نظر آتا ہے۔

الفاظ فارسی یا فارسی نما زیادہ استعمال کرنے چاہئیں۔ ہندی الفاظ استعمال کرنے میں یہ قباحت ہے کہ لطافت زبان بالکل جاتی رہتی ہے۔

مثالیں

ہندی لفظ		
روکڑ	سرمایہ	Capital

ایک منطق کے رسالے میں Contrary اور Contradictory کا ترجمہ "آدھا توڑ" اور "پورا توڑ" کیا گیا ہے -

عربی الفاظ استعمال کرنے میں یہ قباحت ہے کہ عام فہم نہیں ہیں -

مثلاً

عشب الذهب	Snap-dragon
ذراعیۃ الرجل	Oligochaeta

اگر تم خود الفاظ استعمال کرسکو گے یا بنا سکوگے تو وہ مرکبات کیمیا بھی تلاش کرسکوگے جن کے حصول کی امداد کے لئے کتابیں بنائی گئی ہیں - جب تک ہم انجن کو انجن اور ریل کو ریل کہے جائینگے برابر ان چیزوں کے لئے یورپ کے ہی دست نگر رہیں گے -

پس تم ہمیشہ اس کا خیال رکھنا کہ جو کچھ سائنس کی کتابوں میں مطالعہ کرو اسے اپنی زبان میں سمجھنے کی کوشش کرو تاکہ اگر کوئی تم سے سبق لے تو انگریزی جاننے کا محتاج نہ ہو -

(انگریزی)

انگریزی پڑھانے کا جو طریقہ مروج ہے وہ اور بھی قابل خندہ ہے - انگریزی جملوں کی انگریزی میں توضیح کی جاتی ہے' اور کیوں' اس لئے کہ انگریزی پروفیسر اپنی زبان کے علاوہ اور زبان جانتے ہی نہیں اور اُن کی راحت کا خیال نہ کہ حصول علم ہمارا فرض عین ہے - غیر زبان کو جاننے کے یہ معنی ہیں کہ اُس زبان کی عبارت کا سلیس' بلیغ اور فصیح ترجمہ اپنی زبان میں کرسکیں' نہ یہ کہ اُس کے آراستہ اور صحیح جملوں کو کج مج اور غلط صورت میں ممتحن کے سامنے تبدیل کرسکیں- پس انگریزی میں بھی اپنے طور پر اس بات کا خیال رکھنا کہ تمام الفاظ کے مرادف الفاظ خود اپنی زبان میں معلوم ہوں -

علامہ شمس العلماء مولانا خلیل احمد کا قول ہے کہ آجکل کے طلباء مثل ابر مردہ کے ہیں' دوبرس ایف - اے - میں پانی چوستے رہتے ہیں' ممتحن آتا ہے نچوڑ لیتا ہے' اس کے بعد از سرنو دو برس بی- اے - میں پانی چوستے رہے ممتحن پھر آتا ہے اور نچوڑ لیتا ہے' جیسے خشک آئے تھے ویسے ہی خشک واپس چلے جاتے ہیں' تعلیم ہوچکی-

تعلیم کی غرض امتحان پاس کرلینا خیال کرلی گئی ہے - یہ وہ غلط خیال اور مہلک غلطی ہے جسنے ہزاروں

نوجوانوں کی زندگیوں کو محض تضیع اوقات بنا رکھا ہے -

چار برس کالج میں رہتے ہیں' دس مختلف مضامین کے قریب پڑھتے ہیں- نتیجہ معلوم' کچھ کرکے دکھانا تو درکنار دوسروں کے کردہ اور نوشتہ کو سمجھنے تک کی بھی قابلیت نہیں ہوتی -

اور ہو تو کیسے ؟ جو چار کتابیں یونیورسٹی نے مقرر کردی ہیں اُن کو آفتاب ماہتاب اور نیم شبی چراغ کی روشنی میں شب و روز دھراتے رہتے ہیں- یہ تیلی کے بیل نہیں تو اور کیا ہیں- امتحانوں میں عمدہ نمبر لاتے ہیں' یونیورسٹی میں اول آجاتے ہیں- ان کم نصیبوں کی یہی سزا ہے' یہ طوطے نہیں ہیں تو کیا ہیں -

امتحان میں اول آنے کے شوق میں ہونا سب سے بڑا حلقۂ دام خیال اور سب سے بڑا مغالطہ ہے: بہت سے دماغ اس چٹان سے ٹکراکر پاش پاش ہوگئے ہیں- یہ وہ وہم ہے جس کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں- یہ سراب ہے آب نہیں' اس کا تعاقب سوائے تشنہ لبی اور کچھ نہیں-

تعلیم کے معنی امتحان میں کامیابی نہیں ہیں -

تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ جو مضمون منتخب کیا جائے اس مضمون کا مطالعہ کیا جائے' ایک کتاب کو دس بار نہیں بلکہ پانچ کتابوں کو دوبار' پانچ کتابوں

کو سوبار نہیں بلکہ سو کتابوں کو ایک بار پڑھنا ضروری ہے - طالب علم وہ ہے جو کہہ سکے'

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

ایک بہت بڑے معلم کا قول ہے کہ بہت سی کتابیں پڑھ کر بھول جانے کے بعد مضمون سے واقفیت شروع ہوتی ہے - ان کتابوں کی مثال عمارت میں بنیاد کی سی ہے کہ جو نظر نہیں آتی مگر مکان کی اصلی پشت و پناہ ہے۔

(یاد داشت)

برگسان (Bergson)' سب سے بڑے زندہ فلسفی کا قول ہے کہ یاد داشت کا نام علم ہے؛ جو چیز "یاد" میں محفوظ ہے وہ ہمارے "علم" میں ہے اور کام میں لائی جاسکتی ہے - پس جس قدر زیادہ علم کسی مضمون کے متعلق یاد میں محفوظ ہو اُسی قدر آدمی زیادہ عالم ہوگا' اس صورت میں نہایت ضروری ہے کہ ایسے وسائل اختیار کئے جائیں جن سے یہ علم محفوظ رہ سکے -

اس کی تدبیریں یہ ہیں -

(ا) اپنے خاص مضمون (طبیعات' کیمیا' منجنیق (Mechanics) ریاضی' جرثقیل' علم الماء (Hydraulic) علم الحرکت (Dynamics) علم سکون (Statics) علم مثلث و مخروط (Trigonometry) اقلیدس' ایجادات و اختراعات'

کُل سازی وغیرہ وغیرہ وغیرہ پر جو کتاب پڑھو اس کو خود خریدنے اور ہمیشہ رکھنے کی کوشش کرو' اور جہاں جو بات لائق غور اور ضروری ہو اُس کو نشان کرلو تاکہ اگر دس برس کے بعد اس کتاب کے کسی ضروری حصے کو دیکھنے کی ضرورت ہو تو فوراً پا سکو -

جو کتاب پڑھی ہے مگر قبضے میں نہیں اُس کا $\frac{1}{10}$ علم رہ جاتا ہے -

(۲) ہر کتاب پر شذرات (Notes) اور حواشی لکھتے جاؤ - اگر نفاست طبع اس کے خلاف ہو تو یا تو کتاب کی جلد کھلوا کر بیچ میں یا شروع میں سادہ ورقے داخل کرالو اور اُن پر لکھو' یا علحدہ مضبوط کاپی پر لکھو جسے ہمیشہ محفوظ رکھ سکتے ہو -

(۳) اگر کسی کتاب میں ایک مضمون دوسری کتاب کے مضمون سے ملتا ہو یا دونوں میں کسی قسم کا تعلق معلوم ہو یا ایک ہی مسئلہ کا بیان دو جگہ ہو تو ہمیشہ دونوں کتابوں میں ایک دوسری کا حوالہ لکھ دو -

(انتخاب)

کتابوں کے انتخاب میں اپنے پروفیسروں سے مدد لو' مختلف پروفیسروں سے دریافت کرو' طالب علموں سے دریافت کرو' کتب خانہ میں تلاش کرو' عمدہ انتخاب سے وقت بچ جاتا ہے -

(خاص مضمون)

جب طالب علم کسی مضمون پر خواہ کوئی بھی ہو دس بارہ کتابیں پڑھ لیتا ہے تو اُسے معلوم ہوجاتا ہے کہ کون سا خاص مسئلہ ہے جو اس کے لئے خاص دل چسپی رکھتا ہے، جس میں اُس کی طبیعت لگتی ہے، جس میں اُس کو امید ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی قسم کی ایجاد یا اختراع یا دریافت اس کے بارے میں ممکن ہے -

جوں ہی ایسے دو یا تین یا چار مضامین دریافت ہوجاویں اُن کے لئے علحدہ علحدہ خاص طور پر مضبوط کاپیاں بنانی چاہئیں اور اُن کے متعلق جو جو جن کتابوں میں درج ہو اگر کتاب اپنے قبضے میں ہو تو اُس کا حوالہ لکھنا چاہئے نہیں تو وہ ضروری حصہ نقل کرنا چاہئے -

کتاب کا حوالہ لکھنے کی یہ ترکیب ہے -

(۱) نام مصنف کتاب مکمل، (۲) نام کتاب مکمل، (۳) سنہ اشاعت، (۴) شہر اشاعت، (۵) نام مطبع، (۶) صفحات کا صحیح حوالہ، جہاں وہ تحریر درج ہے - یہ سب امور ضروری ہیں، کتابوں اور تصنیفوں میں اسی طرح سند دی جاتی ہے -

تمام تصنیفات اسی طرح ہوتی ہیں - یہی وہ طریقہ

ہے جس کو یورپ میں Research کہتے ہیں اور جس کے لئے بڑے بڑے مشہور ہندستانی علماء کے مقابلے میں معمولی لیاقت کے یورپی طالب علموں کو ہزاروں روپیہ تنخواہ دی جاتی ہے -

جب یہ تمام مصالحہ جمع ہوجاتا ہے اور مکمل شہادت فراہم ہوجاتی ہے اور مسلسل غور و فکر بہت سی باتیں پیدا کردیتا ہے جن کو اسی طور لکھتے رہنا چاہئے تو کتاب اور تصنیف کے لئے صرف ترتیب اور نظم و نسق کا کام باقی رہ جاتا ہے -

جرمنی میں ایک حد تک تعلیم کا طریقہ یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جرمن آج تمام علوم میں یورپ پر فوق لئے ہوئے ہیں -

علم جبھی کامل اور فائدہ مند ہوتا ہے جب کہ مشاہدے اور عملی تجربے سے اُس کی حقیقت کی آزمائش کی جائے -

سرا و مدرسہ و بحث و علم و طاق و رواق
چہ سود چوں دل‌دانا و چشم بینا نیست
سرائے قاضی یزد ارچہ منبع ہنر است
خلاف نیست کہ علم نظر درآنجا نیست

کسی علم کو محض کتابوں میں حاصل نہیں

کرسکتے' عروض کے تمام قواعد علم القواعد میں درج ہیں مگر کوئی شخص اُن کو پڑھ کر شاعر نہیں ہوا ' البتہ بہت سے لوگ بغیر عروض جانے قدرت اور زندگی کے مطالعے سے شاعر ہوگئے ہیں -

تمام علم الحیات (Biology) کا مطالعہ بغیر مشاہدے اور تجربے کے اتنا مفید نہیں ہوسکتا جتنا صرف ایک تتلی کا پیدائش سے موت تک مشاہدہ کارآمد ہوسکتا - قلبیات ، علم النفس (Psychology) کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ بچوں اور مختلف کیفیات کے لوگوں کی حرکات کا مطالعہ کیا جائے اور حیوانات کی عادات پر اُن کے مشاہدے سے غور کیا جائے -

جب ان علوم میں جو نظری کہلاتے ہیں تجربے اور مشاہدے کو اس قدر دخل ہے تو تم خود ہی خیال کرسکتے ہو کہ تمہارے خاص شعبے میں اس کی ضرورت کیسی لابدی اور لازمی ہے- پس اگر یک گھنٹہ مطالعے میں صرف کرو تو دو گھنٹے تجربے میں صرف کرنے چاہئیں- میں نے اسی لئے اُن پروفیسروں کے نام خطوط دئے ہیں جو ''دارالتجربہ'' اور کارخانے کے منتظمین میں سے ہوں گے' عجب نہیں کہ اُن کے ذریعہ تم کو پورا موقع مل سکے- ان مواقع سے پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنا' کارخانے کے کام کا بھی (نجاری' آہنگری وغیرہ) لحاظ رہے' یہ از حد ضروری ہے بلکہ لابدی ہے -

(زبانیں)

خدا بڑا مسبب الاسباب ہے، اپنی تعلیم ہندوستان کو یورپ کی تعلیم کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے اور اس لئے یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ جب فرنگ میں آؤ تو اُن تمام چیزوں سے جو ہندوستان میں حاصل ہوسکتی ہیں کامل طور پر بہرہ ور ہو اور یہاں کا وقت پورے طور پر نئی ایجادات، بڑی اور کلاں حجم کلوں، کارخانوں، نئی دریافت شدہ اشیاء، مختلف یونیورسٹیوں اور پروفیسروں میں صرف کرسکو۔ اس خیال کو پیش نظر رکھو کر یہ ضروری ہے کہ کالج کے چار سال کے زمانے میں جس طرح بنے وقت نکال کر جرمن اور فرنچ دو زبانوں کا مطالعہ کرتے رہو۔ میرا ڈیڑھ سال کامل یہاں جرمن نہ جاننے کی وجہ سے ضائع ہوا، روپئے کا نقصان رہا اس کے علاوہ۔ فی زمانہ جب تک انگریزی، جرمن، فرنچ، ہر سہ زبانوں پر عبور یا کم از کم اُن سے واقفیت نہ ہو یورپی علوم اور خصوصاً Sciences سے کامل واقفیت ناممکن ہے۔ جرمن طالب علموں کو دونوں (انگریزی اور فرنچ) اور روسی طالب علموں کو تینوں زبانیں شروع ہی سے سکھائی جاتی ہیں۔

اگر یہ زبانیں سیکھ کر کوئی شخص یورپ آوے تو تین برس کا قیام پانچ برس کے قیام کے برابر مفید ثابت ہوسکتا ہے اور اگر یہ یورپ آکر زبانیں سیکھے تو فی زمانہ ایک برس صرف ہوتا ہے، اس لئے تین برس کا قیام صرف ایک برس کے

قیام کے برابر فائدہ پہنچا سکتا ہے -

کچھ عجب نہیں کہ کالج میں اس کے متعلق کوئی صاحب نجی طور پر اپنی مہربانی سے طلباء کو مفت سبق دیتے ہوں - ایک زمانے میں مسز ہارڈنر جرمن سبق اس طور پر دیا کرتی تھیں، اگر وہ یا کوئی اور سبق دیتا ہو تو موقع کو مغتنمات سے سمجھنا اور ضرور بہرہ ور ہونا، آئندہ ان زبانوں کا علم اس قدر نافع اور مفید ثابت ہوگا جس کا تم کو کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا -

(علوم مشرقی)

ان میں صرف کرنے کے لئے تم کو وقت نہ ملے گا - اگر کسی خاص شے کا مطالعہ مقصود ہو تو مجھ سے دریافت کرلینا میں کتابیں وغیرہ خود یا کسی سے دریافت کرکے بتا دوں گا - یہ اس لئے لکھتا ہوں کہ تم خود ادھر اُدھر کتابیں پڑھنے میں اپنا وقت ضائع نہ کرو -

مگر یک بات اور نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ تم کو اب تک کلام مجید پڑھنا نہیں آتا، یہ مسلمان کے لئے سخت ننگ و شرم کی بات ہے علی گڈہ جاتے ہی پہلے دن ایک اُستاد مولوی عبداللہ صاحب کی معرفت ایک یا دو روپیہ ماہوار پر رکھ لینا اور اُس سے ضرور پڑھ لینا، یہ خیال غلط ہے کہ اردو فارسی کے علم سے خود ہی پڑھنا آجائے گا - کبھی کوئی شے یوں پڑھنے سے کسی کو نہیں آئی،

جو پانی میں داخل نہیں ہوا تیراک بھی نہیں ہوا۔ اور کسی بات پر عمل کرنا یا نہ کرنا مگر اس پر میری خاطر ضرور کار بند ہونا۔

(عام مطالعہ)

عام مطالعہ فرصت کے اوقات میں کرسکتے ہو چونکہ تمہارا تمام وقت اپنے خاص مطالعہ جات میں صرف ہوگا اس لئے اس کا وقت تم کو کم ملے گا۔ پس جس خاص مضمون کے دیکھنے کا ارادہ ہو مجھے اطلاع دینا، میں خود دریافت کرکے اس کے متعلق ضروری کتابوں سے اطلاع دوں گا۔ اس طور کتابوں کی تلاش کی دقت اور بےفائدہ کتابوں کے پڑھنے کی تکان بچ جاوے گی اور ان مضامین سے بھی واقفیت ہوجائے گی۔

(عکاسی)

"فوٹوگرافی" ضرور سیکھ لینا، یہ اس وجہ سے کہ فی زمانہ تصنیف و تالیف اور علوم کے لئے یہ ضروری ہوگئی ہے۔

جس چیز کو تجربے یا مشاہدے میں قابل غور پاؤ اور جس شے کو قدرت میں عجیب یا قابل مزید مطالعہ کے پاؤ اس کی تصویر لے لینی چاہئے، بعد میں یہ تصویریں کتاب کے ساتھ شائع ہوسکتی ہیں۔ آخری امر

یہ ہے کہ یہ یاد رکھنا کہ

آں کس کہ بداند و بداند کہ نہ داند
اسپ طرب خویش بہ افلاک رساند

کالج کی عام رائے ایسی ہے کہ جہاں کسی کو تھوڑا سا بھی ہوشیار یا مطالعہ کا شائق دیکھتے ہیں یا اچھی تقریر سنتے ہیں فوراً اُس کو "گریٹ مین" یا "فلاسفر" یا "گلیڈسٹون" خطاب دے دیتے ہیں - بہت سے سادہ مزاج اس طبل تہی کی آواز کو سچ جان لیتے ہیں اور اپنی تمام کوششوں کا وہیں خاتمہ کردیتے ہیں۔ جب تک دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ مجھے کچھ آتا ہے، جان برادر! یہ علامت اس بات کی ہے کہ کچھ بھی نہیں آتا۔ نیوٹن سے جب آخر عمر میں کسی نے کہا کہ "آپ تو اب جملہ علوم پر حاوی ہوں گے" تو اُس دانا حکیم نے کہا "علم کے سمندر ذخاو کے کنارے گھونگے چن رہا ہوں"۔

اپنا ایک شعر یاد آگیا، لکھتا ہوں:

کبر فہم ولاف دانش محض جائے خندہ ہے
دعوئے تحصیل حکمت محض جائے خندہ ہے

صرف ایک بات اور رہ گئی، مضمون بہت طویل ہوگیا، معافی چاہتا ہوں - وہ بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ

کالج اور دنیا میں ایسے ملیں گے جو سائنس اور فلسفے کی بنا پر خدا، مذہب، یا اسلام کا انکار کرتے ہیں۔ جان برادر! ان کو فلسفے یا سائنس کی ہوا بھی نہیں لگی، دنیا کے سب سے بڑے فلسفی اور سائنسداں ہمیشہ سے اور آج بھی موحد ہیں اور توحید کا دوسرا نام اسلام ہے -

بہت سے لوگ "نئی روشنی" کی بنا پر خدا، مذہب، اور اسلام سے انکار کریں گے - یہ وہ ہیں جنہوں نے صرف "نئی روشنی" کا نام سنا ہے اور سید احمد خاں، چراغ علی، امیر علی، مولوی عبدہ (مصدی) وغیرہ کی کتابیں کبھی خواب میں بھی نہیں پڑھیں -

یہ دونوں گروہ طائران شب ہیں: یہ اُن چمگادڑوں کی مثال ہیں جن کو تم نے دھلی کے کمپنی باغ میں اُلٹے لٹکتے ہوئے دیکھا ہے، یہ "اپنی آنکھوں" سے معذور ہیں -

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

جتنا علوم و فنون میں غور کروگے خرد اپنی "آنکھیں" کھلی رکھوگے - ہر شے میں خدا کی تجلی آشکارا ہوگی - اللہ نورالسماوات والارض - ہمیشہ اُن بزرگ عالم کی پیروی کرو جنہوں نے ایک شخص کے پوچھنے پر کہ " آپ

کیا پڑھ رہے ہیں؟" کہا کہ "مجسطی" - اُس نے دریافت کیا کہ "یہ کیا کتاب ہے؟" کہا کہ "قرآن شریف کی تفسیر ہے" حالانکہ مجسطی ہئیت کی کتاب ہے -

پس تم بھی جب سائنس کی کتابوں کو پڑھو تو ہمیشہ یہ خیال کرو گویا کلام مجید کی تفسیر کررہے ہو

"خدا فلک الافلاک سے بالا ہے اور شہ رگ سے قریب ہے"
پس عیش و آرام، رنج و تکلیف، وطن و غربت، روز و شب، سوتے اور جاگتے، خدا کو کبھی نہ بھولو - خدا اپنے بندوں کو کبھی نہیں بھولتا -

خدا تمہیں ہمیشہ خوش و خرم، شاد و آباد با مراد رکھے، عمر و اقبال، ترقی اور نصرت سے بہرہ مند کرے اور علم اور فضل میں وہ درجۂ کمال عطا کرے "کہ سمجھے منزل مقصود کارواں تجھ کو"-

اللہ بس ما سوائے ہوس

عبدالرحمٰن

مکاتیب

(۱)

بندر سار سیلز

۲۲ - ۱۰ - ۱۰ع

جہاز عربیہ

حضور قبلہ و کعبہ ام دام ظلکم العالی

بعد آداب کے گذارش ہے - نہر سوئیز سے ایک شب و روز کے قریب مسافت پیما ہوکر جہاز بندر سعید پہنچا - اول صبح سے چار بجے شام تک لنگر ہوا اور مسافروں کو شہر دیکھنے کی اجازت ملی -

بندر گاہ کا نظارہ نہایت اعلیٰ درجے کا ہے اور عجیب خوش منظر ہے - سمندر میں جہاز کے نواح میں بیسیوں کشتی والے کشتیاں لئے مسافروں کو ساحل پر لے جانے کے لئے گشت لگارہے تھے، یہ سب عموماً مصری مسلمان ہیں-

تمام کشتیاں نہایت خوبصورت اور خوش وضع تھیں۔ کرایہ ساحل کی آمد ورفت کا ۶ پنس (۶ آنہ) مقرر ہے۔

جہاز کے ٹھہرتے ہی بیسیوں سوداگر عجائبات مصر، سگرٹ، ایشیائی ریشم اور اور طرح طرح کی اشیاء بیچنے والے جہاز پر آ پہنچے اور بہت سے شعبدہ باز، بازیگر، سازندے اور رقاص بھی آ موجود ہوئے۔ ان سب نے تمام وقت ایک عجب ہنگامہ رکھا۔

دس بجے کے قریب شہر دیکھنے گئے۔ ایک بہت چھوٹے نمونے پر بمبئی کا نمونہ ہے مگر زیادہ کشادہ بافصل عمارات ہیں اور ہوا کی آمدورفت کے لئے مانع نہیں۔ طرز عمارت بھی قریباً وہی ہے۔ مغربی حصے میں صفائی خوب ہے مگر مشرقی حصہ کثیف ہے۔ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے تجارت کو نہایت فروغ ہے مگر افسوس ہے کہ مصریوں کا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ سب یونانی اور اطالی لوگ ہیں۔ ان دکانوں میں انگریزی دکانوں کی طرح ملہ بولی قیمت نہیں لی جاتی بلکہ سودا ٹھہرانا پڑتا ہے۔ مصریوں کی تجارت البتہ مشرقی حصے میں ہے، وہاں یورپی تجارت کو بہت کم دخل ہے۔

مغربی حصے میں اگر حساب لگایا جائے تو تمام عمارات میں نصف سے زیادہ سگرٹ کے کارخانے یا دکانیں اور ''کیف'' یعنی قہوہ خانے ہیں۔ قہوہ خانوں میں

اس قدر رونق رہتی ہے کہ ان کے وقوعات اور شارع پر شب و روز ہجوم رہتا ہے۔ ہر قوم کا آدمی ملتا ہے، ہر زبان بولی جاتی ہے، ہر ملازم ہفت زبان ہے، عجب عجب لباس دیکھنے میں آتے ہیں۔ قدیم مصری ایک لمبی عبا پہنتے ہیں اور سر پر عمامہ باندھتے ہیں۔ بعض لوگوں کا لباس ہنوز مخلوط ہے۔ عبا پہنے ہوئے ہیں مگر اس پر ایک انگریزی چھوٹا کوٹ زیب تن ہے۔ نوجوان عموماً انگریزی لباس مگر "فیض" (ترکی ٹوپی) پہنتے ہیں۔ یہاں ہر وقت قلیاں گرم ہے۔ فرانس کی شراب سے لےکر مصر کے قہوے تک جملہ سامان شرب مہیا ہیں۔ اخبار تازہ ہر وقت موجود ہے۔ یہ بلا شبہ عجب خوش نظارہ ہے اور شہر کے حسن کا باعث ہے مگر اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مصریوں کو فرصت بہت ہے۔

مصری عموماً متواضع اور خلیق ہیں، رنگ و روغن میں جہاں بعض انگریزوں کو مات کرتے ہیں وہیں بعض اہل ہند سے ملتے ہیں۔ حریت پسند ہیں اور آزادی چاہتے ہیں، قابل ہیں مگر زیادہ محنت طلب نہیں۔ عورتیں اعلیٰ خاندانوں کی باہر نہیں نکلتی ہیں مگر شاذ۔ غریب عورتیں ایک عجیب بدقطع، بےوضع حجاب استعمال کرتی ہیں جس میں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ امیر زادیاں جو اپنے آپ کو خانہ نشینی کی قید سے آزاد کرچکی ہیں ترکی یشمک کا حجاب استعمال

کرتی ہیں اور اپنے مذاق کے مطابق ہلکا یا دبیز پہنتی ہیں۔ مساجد کا طرز وہی ہے جیسا کہ ترکی میں ہے جس کے نقشے مقام خلافت میں موجود ہیں اور نہایت عمدہ اور دلکش طرز ہے - ان مساجد ہی میں قرآن شریف اور علم حدیث کے مکاتب ہیں۔

مصریوں نے اپنی تعلیم میں بہت کچھ اصلاح کرلی ہے۔ ہماری طرح یہ لوگ ایک غیر زبان کے حاصل کرنے، غیر ملک کے جغرافئے کا مطالعہ کرنے، غیر ملک کی تاریخ پڑھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ مغربی تعلیم اپنی زبان عربی میں حاصل کرتے ہیں - اسلام کی تاریخ اور اپنے ملک کا جغرافیہ پڑھتے ہیں انگریزی اور مغربی علوم و فنون کی کتابیں بہت کچھ عربی میں ترجمہ ہوچکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

جہاز پر واپس آنے سے قبل ہم ''ڈی لیس پیس'' (De Lessepes) کا بت دیکھنے گئے - ایک ہاتھ میں نہر کا نقشہ ہے اور دوسرے ہاتھ سے نہر کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس انجنیر نے دنیا کے جغرافئے و قوموں کی تاریخ کو بدل دیا ہے -

دو بجے کے قریب جہاز پر واپس گئے - یہاں سے اور کئی مسافر سوار ہوئے۔ ان میں کئی سیریا کے عیسائی ہیں، ایک مصری طالب علم ہے، ایک مصری حبشی ہے

جو انگلستان میں اسکول کی تعلیم حاصل کرنے جاتا ہے۔ ایک بیروت کا مسلمان طالب‌علم ہے جو بروسلز (بلجیم) میں تعلیم پاتا ہے۔

یہاں سے وقت مقررہ پر لنگر اُٹھایا۔ دو دن کے بعد آبنائے مسینا کی سر زمین پر نظر پڑی۔ ایک جانب شہر مسینا تھا اور دوسری جانب قصبہ ریجو۔ باوجود سال گذشتہ کے زلزلے کی بربادی کے عجیب خوشنما شہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انتہا ہی نہیں۔ پہاڑوں پر واقع ہے۔ سبزہ پوش وادیاں، خوبصورت مکان اہل روما کے طرز پر، سامنے صاف شفاف سمندر کا پانی، عجیب کیفیت کی جگہ ہے۔

دوپہر میں ایک کوہ آتش فشاں کے قریب گذر ہوا۔ جوالا مکھی سے کچھ کچھ دھواں اُٹھ رہا تھا۔ لاوا کے بہنے سے پہاڑ بالکل چوٹی سے نشیب تک نہایت چکنا ہوگیا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گو یہ خوابیدہ نہیں اور رات کو اس میں سے شعلے نکلتے بھی دکھائی دیتے ہیں مگر خدا کے بندے یہاں بھی آباد ہیں۔ ہر چار طرف سمندر ہے، اگر اس میں ذرا بھی چشمک ہو تو نہ جائے امن ہے نہ پناہ۔ عجیب ہمت ہے اور قابل داد بھروسہ۔ کل دس بجے مقام مارسلز پہنچ جاویں گے وہیں سے یہ خط روانہ ہوگا۔

اُمید ہے کہ بفضلہ تعالےٰ بہر نوع خیر و عافیت ہوگی۔ میں بھی اچھا ہوں۔ سمندر اب تک نہایت اچھا رہا، ایک دن البتہ بارش ہوئی اور جہاز پر بجلی گری مگر یہ ایک نہایت ہی معمولی بات ہے۔ برق کش موجود ہیں سوائے رعد اور کڑک کے کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

حضور امی جان مکرمہ مد ظلہا کی خدمت میں آداب عرض ہے۔ ستارہ بانو، حبیب الرحمن، روشن آرا، زیب النساء، جفو، زہرہ کو دعا اور پیار۔ زیادہ حد ادب

خیریت کا طالب
عبدالرحمن

(۲)

لندن۔ معرفت ہنری ایس کنگ کمپنی
مورخہ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۰ ع

حضور امی جان مکرمہ مد ظلہا

آداب دست بستہ گزارش ہے۔ والا نامہ جات صادر ہوئے اور بہ دریافت سلامتی مزاج خوشی ہوئی۔ الحمد للہ میں بہ خیریت ہوں اور ہمیشہ آپ کو اور سب کو اور گھر کو یاد کرتا رہتا ہوں۔

آپ نے جو رہنے اور خرچ وغیرہ کے متعلق حالات دریافت فرمائے ہیں سو یہ عرض ہے کہ میں لندن کے جس حصے میں رہتا ہوں اس کا نام ''چزک'' ہے۔ یہ شہر کے کنارے پر ہے' اس لحاظ سے کہ شورو شغب شہر کے اور حصوں سے یہاں کم ہے اچھا ہے' ورنہ اور جگہ ترام اور گاڑیوں کی آمدورفت سے گھر بیٹھے بات سنائی نہیں دیتی مگر اس لحاظ سے کہ ''لنکانز ان'' سے جہاں پڑھائی ہوتی ہے بہت دور ہے ذرا اچھا نہیں۔ ''لنکانز ان'' میں اور اس مقام میں بارہ میل کا فاصلہ ہے۔

پڑھنے کے لئے روز اول ترام میں اور پھر زمیں دوز ریل میں سوار ہوکر آتا اور جاتا ہوں اور اس کا خرچ ہر روز ایک شلنگ یعنی ۱۲ آنے ہوتا ہے۔

جس مکان میں میں رہتا ہوں اس میں تین آدمی مکان والے ہیں۔ ایک مسز بک ہیں' ایک ان کی چھوٹی بہن مس انڈروڈ ہیں - یہ دونوں عمر رسیدہ عورتیں ہیں اور ایک مسز بک کا لڑکا ہے جو ایک بنک میں ملازم ہے۔

یہ لوگ تیسرے درجے کے لوگوں میں شمار ہوسکتے ہیں - اس سے اعلیٰ طبقے کے لوگ طالب علموں اور مہمانوں کو اس طور نہیں رکھتے' دوسرے اگر کوئی رہے تو اُن کے اخراجات بہت کثیر ہیں -

اس خاندان کی آمدنی جس کو یہاں کے لحاظ سے محض گذارہ کرنے والا کہتے ہیں چار سو روپیہ ماہوار سے زائد ہے اور جائداد اور کمپنیوں میں حصے اور بیمہ وغیرہ اس کے علاوہ ہے -

مجھ کو ایک سو بیس روپیہ ماہوار ان کو کھانے اور رہنے اور کپڑوں کی دھلائی کا دینا پڑتا ہے -

اس میں ایک سونے کا کمرہ ہے - یہ عرض و طول میں ۱۲-۱۶ فٹ ہے - اس میں عمدہ فرش بچھا ہوا ہے- سونے کا پلنگ لوہے کا بہت بڑا ہے- بچھونا وغیرہ یہ خود دیتے ہیں اور بہت آرام دہ اور کافی ہے - اس میں میز سنگ مرمر کی ہے جس پر منہ دھونے کا طسلہ اور سامان موجود ہے- ایک اور میز اور دراز والی الماری ہے' اس پر کنگھا برش رکھنے کا انتظام ہے- ایک اور بڑی الماری ہے جس میں کپڑے تانگ سکتے ہیں' تین بہت بڑے بڑے آئینے مختلف مقامات پر ہیں- تصویریں ہیں' چیزیں سجی ہوئی ہیں' آتشدان ہے - تولیہ وغیرہ مہیا کرنا بھی ان ہی کا کام ہے -

اس طور ان میں سے ہر شخص کا کمرہ آراستہ ہے اور یہ لوگ بہت معمولی اور کم حیثیت سمجھے جاتے ہیں -

دن میں بیٹھنے اُٹھنے اور دوستوں سے ملنے کے لئے ایک اور کمرہ ہے- اس میں دن بھر آگ جلتی رہتی ہے-

اسی میں کھانا کھاتے ہیں - کھانے کے اوقات کے علاوہ حسب ضرورت پڑھنے لکھنے کے اوقات میں یہاں کوئی نہیں آتا -

یہ بھی نہایت درجہ آراستہ ہے -

صبح جس وقت کے لئے کہہ دیا جائے دروازہ اُٹھ بیٹھنے کے لئے کھٹکھٹا دیا جاتا ہے اور گرم پانی دروازے کے باہر رکھ دیا جاتا ہے -

ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد منہ ہاتھ دھوکر اور کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں -

یہ قاعدہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے سونے کے کمرے میں نہیں جاتا؛ صرف ملازمہ دن کے وقت جب کمرے والے باہر ہوں سب چیزوں کو درست کرنے اور قرینے سے لگانے کے لئے جاتی ہے -

نیز کوئی شخص رخت خواب یا صرف قمیص پہنے یا بغیر کوٹ پہنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا -

نیچے حاضری تیار ملتی ہے - اس وقت کوئی اور شریک نہیں ہوتا- حاضری میں ہمیشہ دلیا اور دودھ ' انڈے پکے ہوئے ' انڈے اُبلے ہوئے ' توس ' جام ' اور چاء ملتی ہے -

اس کے بعد دن کا کھانا ایک بجے ہوتا ہے۔ اس میں ہمیشہ ایک کھانا نمکین اور ایک کھانا شیریں ہوتا ہے۔ اس کے بعد پانچ بجے چاء، توس اور مکھن، کیک وغیرہ ملتے ہیں۔

اس کے بعد شب کا کھانا آٹھ بجے ہوتا ہے۔ اس میں شوربا پہلے، پھر مچھلی، پھر گوشت اور پھر کوئی شیریں چیز ملتی ہے۔

سوتے وقت سپر یعنی نیم شب کا کھانا ہوتا ہے۔ اس میں صرف چاء اور میوہ ہوتا ہے۔

یہاں کی آب و ہوا میں آدمی اس کھانے کو کھاسکتا ہے ورنہ ہندوستان میں ممکن نہیں۔ میں بھی ہر وقت اور اچھی طرح کھاتا ہوں۔

اس کے علاوہ اور اخراجات اس طرح کے ہوتے ہیں کہ کبھی کسی وجہ سے دن کے کھانے پر نہیں آسکتے تو ''لنکانز ان'' میں یا کہیں اور کھانا پڑتا ہے اور دام دینے پڑتے ہیں۔

ماسوا کبھی کبھی سیر کے لئے جاتا ہوں اور دو تین مرتبہ تماشا وغیرہ دیکھنے بھی گیا ہوں۔

یہاں ہر شے کی قیمت قیاس اور گمان سے زیادہ

ہے - ایک اشرفی کی یہاں وہی قیمت ہے جو ہندوستان میں ایک روپئے کی ہے -

غرض سہیلے بھر میں باوجود کوشش کے دو سو روپئے دس پانچ چھوڑ کر سب خرچ ہوجاتے ہیں -

تین جوڑی کپڑے اور ایک کھانے کا لباس بنوایا ہے-

پڑھائی وغیرہ میں کوشش سے مصروف ہوں -

یہ ارادہ کررہا ہوں کہ جلد جرمنی چلا جاؤں- وہاں سے کچھ جواب وغیرہ آئے تو پھر مفصل وہاں جانے کے متعلق اطلاع دوں گا ' اور آئندہ کے ارادوں کے متعلق بھی اطلاع دوں گا -

طبیعت ہنوز اچھی طرح نہیں لگی - گھر کے سب لوگ نہایت خلیق اور اچھے اور از حد خاطر کرنے والے ہیں' مگر پھر بھی یہاں کے قواعد اور آداب ایسے مختلف ہیں کہ طبیعت لگنا آسان نہیں - وہ آزادی اور وہ آرام اصلی جو ہندوستان میں ہے اس ملک میں نہیں -

تصدق' محمود' اور اور دوست کبھی کبھی ملتے ہیں- اور بھی علی گڈھ کے بہت سے لڑکے ہیں جن کو میں جانتا ہوں - مگر یہاں کسی سے دوستی اور ربط ضبط رکھنا درست نہیں -

سید صاحب کے پوتے سید راس مسعود سے بھی ملا - انھوں نے ماشاء اللہ بہت اچھی ترقی کی ھے -

پڑھائی کا طریقہ یہ ھے کہ دو مہینے پڑھائی ھوتی ھے اور دو مہینے تعطیل رھتی ھے -

لکچروں میں جانا اگرچہ مفید ھے مگر ضروری نہیں - پھر بھی عموماً طلباء برابر حاضری دیتے ھیں-

اور کیا کیفیات لکھوں، سب بدستور ھیں- موسم ھنوز ایسا زیادہ سرد نہیں کہ ناقابل برداشت ھو، اچھا خاصہ موافق ھے -

برف ابھی تک نہیں پڑی مگر بارش عموماً ھوتی رھتی ھے جس سے بہت تکلیف ھوتی ھے -

آپ کی اور سب کی خیریت نام بنام ھر خط سے ھمیشہ مطلوب ھے - اُمید ھے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ بہر نوع مع الخیر اور خوش ھوں گی - اور اور سب بھی اچھے ھوں گے -

روشن آرا کی طرف سے ھمیشہ سخت تردد ھے- اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اطمینان دلائے تو تسلی ھو- مفصل لکھئے کہ کسی قسم کا فرق نمایاں ھے یا نہیں -

بدرالدین کے خطوط دو تین علی گڈھ سے آئے - ایک خط پچھلی ڈاک میں بھی آیا ہے، لکھا ہے کہ بہ خیریت

ہیں اور سہوہارے میں بھی سب خیر و عافیت ہے۔
ماموں جان قبلہ کا کوئی خط کئی ہفتوں سے نہیں آیا
شاید آئندہ ہفتے میں صادر ہو۔ بھائی نظیرالدین کا خط
اس ہفتہ آیا ہے، بہ خیریت ہیں۔

خطوں کا ہمیشہ ہر شخص کے منتظر رہتا ہوں گو
جواب دینے میں دقت معلوم ہوتی ہے۔

اور کوئی امر قابل گذارش نہیں جو عرض کروں۔
اور جو بات دریافت طلب ہو لکھ بھیجوں گا۔ یہاں کی
کوئی کیفیت یا حالت لکھنا اس قدر مشکل ہے کہ ممکن
نہیں، کیونکہ ہر بات نئی ہے۔

حضور ابا جانی قبلہ کی خدمت میں آداب گذارش
ہے۔ چلو میاں، ستارہ، روشنا، زیبن، جفو کو دعاء اور
اور پیار۔ زہرہ کو پیار۔ زیادہ حد ادب

عبدالرحمن

لندن، ۲۳ دسمبر سنہ ۱۰ع

پیاری بہن ستارہ بانو سلمہا

بعد دعا۔ اُمید ہے کہ تم بفضلہ مع الخیر اور خوش و خرم ہوگی۔ تمہارے خطوط پہنچے اور بہ دریافت خیریت اطمینان ہوا۔ الحمد للہ کہ میں اچھی طرح ہوں اور ہمیشہ سب کی عافیت کا طالب۔ تم نے جو یہ دریافت کیا ہے کہ یہاں کے حالات لکھوں سو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سے حالات تمہارے لئے دل‌چسپی کا باعث ہوں گے۔ بہر حال غور کے بعد مکان کی کیفیت کے مضمون پر کچھ لکھتا ہوں۔

ہر معمولی حیثیت کے انگریز کے مکان کی کیفیت کسی قدر یہ ہے :—

سڑک کے کنارے مکان واقع ہے۔ دو منزلہ عمارت ہے اور دو ایک سہ منزلہ بالا خانے ہیں۔

سڑک کے ساتھ جہاں پیادہ پا چلنے والوں کی پٹڑی ختم ہوتی ہے وہاں مکان کی حد بندی کے لئے لوہے

کا جنگلہ لگا ہوتا ہے - اس جنگلے کے پانچ سات فٹ تک زمین چھوڑ دی جاتی ہے اور اس میں دونوں جانب گھاس پھول پھلواری وغیرہ لگاتے ہیں - بنگلے کے بیچ کے دروازے سے مکان کے باہر کے دروازے تک خوبصورت چپٹی کے ساختہ پتھروں کا فرش ہوتا ہے جیسا کہ نئے اسکول کے دروازے کے سامنے ہے - اس فرشی راستے کے اختتام پر بڑا دروازہ ہے -

ہر دروازے میں ایک خط ڈالنے کا بکس ہے کیونکہ ہرکارہ یہاں خط دینے کے لئے ٹھیرتا نہیں بلکہ بکس میں ڈال کر دستک دے کر چلا جاتا ہے -

اس کے علاوہ ایک دستک دینے کا پیتل کا کنڈا ہے اس کو گھر کے لوگ اور ہرکارے استعمال کرتے ہیں - جو شخص آتا ہے اس سے اطلاع دیتا ہے اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے -

مہمانوں کے لئے علاحدہ گھنٹی لگی ہے، وہ اس گھنٹی کو دباتے ہیں تاکہ مکان والے مہمان کی آمد کے لئے تیار ہوسکیں اور غلطی میں نہ رہیں -

ہر دروازے میں اس قسم کا قفل ہے کہ اندر سے باہر جانے والا ہر وقت جا سکتا ہے اور باہر سے اندر آنے والا ہرگز نہیں آسکتا جب تک کہ مکان والا دروازہ نہ کھولے - اگر حسب ضرورت کوئی مکان والا دیر میں گھر آنا چاہے تو

ایک کنجی اپنے ساتھ لے جاتا ہے' اس سے یہ دروازہ باہر سے بھی کھل سکتا ہے -

مکان کے اندر داخل ہونے پر معلوم ہوگا کہ مکان کے تین حصے ہیں -

اوپر کی منزلوں میں سونے کے کمرے ہیں اور غسل خانے وغیرہ ہیں -

نیچے کے حصے میں ایک کھانا کھانے اور اٹھنے بیٹھنے کی منازل ہیں' دوسرے باورچی خانہ اور گودام وغیرہ ہیں-

مکان کے پشت کی جانب شیشہ خانہ ہے جس میں پھول وغیرہ کے گملے رکھے جاتے ہیں' اس کے بعد صحن ہے جس میں مختصر سا باغیچہ ہے -

سونے کے کمرے کی کیفیت پہلے اور امی جان کے خط میں لکھ چکا ہوں - ایک خاص بات یہ ہے کہ لحاف کے دونوں جانب بھی سفید چادریں لگائی جاتی ہیں تاکہ میلا نہ ہو اور بچھونے کی چادروں کے ساتھ ان کو بھی بدلتے رہتے ہیں -

میلے کپڑے رکھنے کے لئے ایک تھیلی ایک الماری کے اندر لٹکتی رہتی ہے' اس میں میلے کپڑے رکھتے ہیں- ہر شخص کے میلے کپڑے اس کے سونے کے کمرے کی الماری کی تھیلی میں رہتے ہیں' وہیں سے خادمہ لے جاتی ہے -

بوٹ سوتے وقت کمرے سے باہر رکھ دینے سے خادمہ رات ہی میں صاف کرکے صبح صبح وہیں رکھ دیتی ہے -

ہر شخص سونے کا لباس علحدہ رکھتا ہے - عورتیں ایک خوبصورت لمبا سا گون نما نیچا کرتہ پہنتی ہیں -

مُنہ دھونے کی سیلابچی ' آفتابہ معہ پانی کے ہر وقت تیار رہتا ہے -

(کھانے کا کمرہ)

کھانے کا کمرہ نہایت آراستہ اور عمدہ ہوتا ہے - یہ ہمیشہ باورچی خانے سے متصل ہوتا ہے اور اس کے اور باورچی خانے کے بیچ میں ایک کمرہ ہوتا ہے جس کو کھانا کھلانے کا کمرہ کہتے ہیں -

کھانا باورچی خانے سے قابوں میں لاکر اس کمرے میں لایا جاتا ہے - اس میں کھانے کے کمرے کی دیوار کے اندر ایک کھڑکی ہوتی ہے' وہاں رکھ دیا جاتا ہے وہاں سے اُٹھاکر میز پر لگایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور راستے میں گرنے وغرہ سے محفوظ رہے -

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر ہم نئے برآمدے کو کھانے کا مقام فرض کریں تو بیچ کے کمرے کو کھانا کھلانے کا کمرہ بناسکتے ہیں' صرف اس سے باورچی خانہ کو راستہ بنانا پڑے گا -

کھانا میز پر کھاتے ھیں - میز پوش' رومال وغیرہ نہایت عمدہ ہوتے ھیں - ھر شخص کی جگہ مقرر ھے -

— ھر کھانے میں صاحب خانہ صدر ھوتی ھے' وھی کھانے کی بڑی قاب میں سے ھر ایک کی قاب میں کھانا لگا کر اس کو دیتی ھے - جب تک وہ نہ اُٹھے کوئی میز پر سے نہیں اُٹھتا -

ایک کورس ختم ھونے کے بعد گھنٹی بجائی جاتی ھے اور خادمہ جھوٹے برتن اُسی راستے سے واپس لےجاتی ھے اور دوسرا کھانا اور نئے برتن رکھ جاتی ھے -

اس درمیان میں ملازمہ باھر کھڑی رھتی ھے' کمرے میں نہیں -

پانی شیشے کے برتن میں رکھا رھتا ھے اور ھر شخص کے پاس اپنا گلاس ھوتا ھے -

— تمام ظروف چینی اور شیشے کے ھوتے ھیں -

کھانا کچھ لذیذ نہیں ھوتا' زبان کا چٹخارہ تو ان لوگوں میں نام کو نہیں - مگر پھر بھی خاصہ ھوتا ھے - بعض چیزیں البتہ ایسی ھیں کہ حلق سے پار ھونا مشکل ھے -

گرم کھانے کے لئے پلیٹ ھمیشہ پکتے پانی میں ڈال کر گرم لائی جاتی ھے تاکہ کھانا سرد نہ ھو اور سرد کھانے کے لئے ھمیشہ سرد لائی جاتی ھے تاکہ گرم نہ ھو -

(باورچی خانہ)

باورچی خانے کا انتظام گھر والیاں خود کرتی ہیں ماما ہاتھ بٹاتی ہے - باورچی خانے میں ایک جانب سرد پانی کا نل دوسری جانب گرم پانی کا نل ہے اور ایسا انتظام ہے کہ سب پانی زمیں‌دوز نالیوں میں چلا جاتا ہے - چولھا گیس کا ہے' جب چاہا جلالیا جب چاہا بڑھا دیا - جس قدر تیز آنچ چاہی خود کرلی - نہ راکھ ہے نہ انتظار -

چونکہ کھانا بہت روکھا پھیکا ہے پکنے میں دیر کم لگتی ہے - اگر ہندوستانی کھانا ہو اور اس قدر دفعہ پکانا پڑے تو گھر والیوں کو بھی لطف آجائے -

خادمہ ہندوستانی ماما کی طرح نہیں' کوئی شخص بغیر ''مہربانی فرماکر یہ کر دیجئے'' کہنے کے بات نہیں کر سکتا اور ہر چیز پر شکریہ ادا کرنا پڑتا ہے اگر کوئی نقصان کردے جرمانہ لے لیجئے مگر اگر آپ نے ایک بات بھی کہی تو عدالت میں جانے کے لئے تیار ہے اور اگر پان سو روپیہ دےکر بھی معاملہ فیصل ہوجائے تو آپ ہی نفع میں رہے - یہاں کوئی کسی کا نوکر نہیں اپنے کام کا نوکر ہے -

خادماؤں کا لباس مقرر ہے - دن کے وقت نیلے رنگ کی جاکٹ اور گون پہنتی ہیں' اوپر سفید نیا فور ہوتا ہے

سر پر سفید ٹوپی ہوتی ہے - رات کو کالا لباس ہوتا ہے - ہر ہفتہ دونوں لباس آپ کو مہیا کرنا ہوتے ہیں -

تنخواہ اُس کی فی ہفتہ پندرہ روپیے ہے - ہر شخص کو ہفتہ وار تنخواہ ملتی ہے -

مگر باوجود اس کے تمام خادمائیں اپنے کاموں میں از حد چست و چالاک، نہایت فرماں برداو اور ایمان دار ہوتی ہیں - جمعرات کو آدھے دن کی چھٹی ہوتی ہے اور ایتوار کو بالکل کام پر نہیں آتیں - شام کو ٹہلنے کے لئے جاتی ہیں -

(بیٹھنے کا کمرہ)

بیٹھنے کا کمرہ نہایت عمدہ آواستہ ہوتا ہے - اس میں سب سے ضروری چیز پیانو ہے - ایک پیانو کی قیمت پندرہ سو یا دو ہزار سے کم نہیں ہوتی - اس میں ہر وقت آگ روشن رہتی ہے -

آتشدان دو طرح کے ہیں، ایک میں گیس جلتی ہے ایک میں کوئلہ جلاتے ہیں - کوئلے کے آتشدان کو پسند کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ جب تک آگ کو چھیڑتے نہ رہو لطف نہیں آتا -

یہاں کی چمنیاں ایک لاجواب چیز ہیں، ایک آتش دان کی قیمت پانچ سو روپیے کم و بیش ہوتی ہے

آتشدان چوٹی سے لےکر نیچے تک سنگ مرمر کا ہوتا ہے اور بیچ کا لوہے کا حصہ بہت خوبصورت بناتے ہیں - سامنے پتھر کا فرش ہوتا ہے جس کے گرد جنگلہ لگا رہتا ہے اور اس پر متعلقہ اوزار دست پناہ وغیرہ رکھے رہتے ہیں -

اس کے گرد سب لوگ بیٹھتے اور باتیں کرتے ہیں - بیچ کا لوہے کا حصہ جس میں آگ جلتی ہے ایسا ہوتا ہے کہ تمام کھل جاتا ہے اور صاف ہوسکتا ہے - آگ روشن کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لکڑی کی موٹی تیلیاں کوئلے رکھ کر ان کے بیچ میں رکھتے جاتے ہیں اور پھر آگ لگاتے ہیں -

ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہر کمرے سے ہر مقام میں خواہ وہ غسل خانہ ہو، سونے کا کمرہ ہو، ڈیوڑھی ہو، کھانے کا کمرہ ہو، بیٹھنے کا کمرہ ہو، متعدد قد آدم شیشے رکھے رہتے ہیں - یہاں کے مردعورت دن میں جب تک دس مرتبہ اپنے بناؤ سنگار کو نہ دیکھ لیں رہ نہیں سکتے۔

(غسل خانہ)

غسل خانے میں ایک جانب بہت بڑا طسلہ منہ دھونے کے لئے لگا رہتا ہے - یہاں صابن تولئے متعدد، برش وغیرہ ہر چیز مہیا رہتی ہے -

نہانے کے لئے اسفنج ' جھانوا وغیرہ موجود رہتا ہے - ٹب اکثر شیشہ کا ہوتا ہے اور اتنا بڑا کہ خاصہ حوض سمجھنا چاہئے -

ہر وقت شب و روز گرم اور سرد پانی مہیا رکھا جاتا ہے-

(عام)

مکانات کی دیواریں تمام کاغذ سے منڈھی رہتی ہیں - یہ کاغذ بہت قیمتی ہوتا ہے - مگر ہندوستان میں اس وجہ سے استعمال نہیں ہو سکتا کہ کیڑے خراب کردیں- یہاں مکھی' مکڑی' کرہ' سانپ بچھو کوئی جانور نہیں - عجب مقام عافیت ہے -

گھروں میں یا تو بجلی کی روشنی ہے یا گیس جلتی ہے - مٹی کا تیل سوائے شاذ و نادر حالتوں کے کہیں نہیں جلایا جاتا -

حقیقت میں ان چیزوں کا دیکھنا ایک بہت بڑی تعلیم ہے مگر عورتوں کے لئے نہ کہ مردوں کے لئے -

سودا سلف کا یہ دستور ہے کہ دکان والوں سے مقرر ہے ان ہی کا آدمی روز آکر سودا پہنچا جاتا ہے - اس کے علاوہ جس شے کی ضرورت ہو عورتیں خرید کرتی ہیں -

حساب کتاب رکھنا بھی عورتوں کا کام ہے - غرض مکان کی اندرونی حکومت اور نظامت سے مردوں کو کچھ علاقہ نہیں - عورتیں انتظام میں مردوں کے بھی کان کاٹتی ہیں- ہر بات میں بحث کرنے کو مردوں سے زیادہ تیار ہیں -

اخبار کے بغیر یہاں کوئی مہتر تک بھی زندہ نہیں رہ سکتا جھاڑو دیے رہے ہیں اور اخبار ملاحظہ ہو رہا ہے - سب عورتیں اخبار پڑھتی ہیں -

مکانات کو صاف رکھنے، ہمیشہ صاف لباس رکھنے، بچوں کو صاف رکھنے میں ان کا ایسا سلیقہ ہے کہ تعجب ہوتا ہے -

مگر باوجود ان سب باتوں کے اور ان سب خوبیوں کے ہندوستان کی عورتیں ان سے بہتر ہیں - اور اگر ان کی حالت درست ہوجائے اور ان باتوں کا خیال کرنے لگیں تو ان سے کہیں بڑھ جائیں -

ان عورتوں میں عیوب بھی بڑے سخت ہیں -

اُمید ہے کہ اس مختصر بیان سے کچھ کیفیت تمھیں معلوم ہوگئی ہوگی- اگر اور کوئی خاص بات دریافت کروگی تو تفصیل سے لکھ دوں گا - سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو بات پوچھنی ہو ایک سوال کے طریق پر لکھ دیا کرو اور میں جواب لکھ دیا کروں گا -

اپنی خیریت اور ہر خورد و کلاں کے حالات سے اطلاع دیتی رہو۔ اُمید ہے کہ تم بہر نوع خوش و خرم ہو گی۔

زیادہ دعا۔
عبدالرحمن

(۴)

اسلامبول، ۲۱ اگست

عالی حضور، قبلہ و کعبہ ام مکرم و محترم مد ظلہ العالی۔ آداب دست بستہ گذارش ہے۔

الحمد للہ کہ دم تحریر میں مع الخیر ہوں اور امید ہے کہ بحصول عریضہ مزاج عالی بسلامتی ہوگا اور جملہ خورد و کلاں بہ خیریت ہوں گے۔

ہنوز گذشتہ دو ہفتوں کی ڈاک نہیں آئی، کل ملے گی مگر اُمید ہے کہ بفضلہ تعالے بہمہ طور خیریت مندرج ہوگی۔

اب میں بہ آرام ایک ترکش مسلمان ہوٹل میں مقیم ہوں اور اسلامبول میں جو مسلمانوں کا خاص حصہ ہے رہتا ہوں۔

قسطنطنیہ نہایت خوبصورت مقام ہے۔ حقیقت میں ایسا قدرتی خوبصورت منظر دنیا کے کسی شہر کے

حصے میں نہیں آیا - یورپ کے مقابلے میں شہر عام بلحاظ
عمارات اور صفائی وغیرہ کے بہت پسماندہ حالت میں
ہے - اول تو اس کی یہ وجہ ہے کہ یورپ کی دولت کا
عشر عشیر بھی یہاں نہیں - دوسری سلطان عبدالحمید
خاں کے زمانے میں جہاں اور تمام مظالم روا رکھے گئے ہیں
وہیں اس طرف بھی عدم توجہی کی گئی ہے - اب چار
سال سے شہر کی درستگی ہورہی ہے مگر اس کے لئے کم از کم
بیس سال درکار ہیں - ہندوستان کے شہروں کے مقابلے
میں شہر بہت عمدہ ہے -

ترکوں کی زندگی نہایت پاک مسلمانانہ اور سادہ
ہے - یورپ کے تعیش اور پر از فسق وفجور تمدن کے مقابل
میں اس کو دیکھکر باوجود زوال اسلام کی اندرونی خوبی
ظاہر ہوتی ہے -

بلحاظ لباس ترک مغربی ہیں' بلحاظ عادات
ایشیائی - مگر ایسے مہمان نواز اور ایسے خلیق لوگ
اس وقت روئے زمین پر کہیں نہ ایشیا میں اور نہ یورپ
میں موجود ہیں - اخوت اسلام کا سبق سیکھنے کے لئے
قسطنطنیہ سے بہتر کوئی مدرسہ نہیں ہے -

عورتیں تمام ''پشمک'' پہن کر نکلتی ہیں - چوں
کہ عورتوں کا لباس بھی مغربی ہے اُس کے لحاظ سے ایک
سیاہ یا کسی اور ریشمی کپڑے کا ایک بیرونی لباس

جسم کی کیفیت کو چھپانے کے لئے پہنتی ھیں اور مُنہ پر باریک سیاہ نقاب ھوتا ھے جس میں سے چھرہ قریب سے جانے سے نظر آتا ھے - تمام کاروبار خانہ داری عورتیں خود کرتی ھیں -

ترک زن و مرد سب نہایت خوبصورت لوگ ھیں -

باوجود ترکوں کے مرنجاں مرنج ھونے کے یورپ اُن کو مسلمان ھونے کے جرم میں ذرا چین نہیں لینے دیتا - ھر ملک ان کا دشمن اور دولت عثمانیہ کی تقسیم کے درپے ھے اس لئے سلطنت مشروطہ نے سب سے پہلے اپنی توجہ فوج کی درستی کی طرف مائل کی ھے اور میں جس نے جرمنی فوج کو جو دنیا کا بہترین عسکر ھے دیکھا ھے کہہ سکتا ھوں کہ ترک فوج بھی اُس سے کم نہیں -

اگر کسی دن ترکوں کو ان درندہ صفت دشمنوں کی مجموعی طاقت سے بھی لڑنا پڑا تو دنیا دیکھ لے گی کہ ترک یورپ سے اھل مغرب کے خون کے ایک سیلاب عظیم پر واپس جاویں گے اور یورپ کا جغرافیہ اور تاریخ بھی نیز منقلب ھوے بغیر نہ رہ سکیں گے -

ترکوں اور دولت عثمانیہ کی حالت اس وقت مذکورہ بالا وجہ سے نازک ھے مگر اگر ترک دس سال رہ گئے تو انشاء اللہ پھر کوئی طاقت ان کے سامنے نہ آسکے گی - اس وجہ سے جب کبھی کسی قسم کی اصلاح

سلطنت میں ہوتی ہے تو یورپ اس کے مانع آتا ہے
اور اپنی دشمنی کا آشکارا اور پنہاں اظہار کرتا ہے -

مسلمانان عالم کا یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے ملک اور اپنی قوم تک کو بھول جاویں اور دولت عثمانیہ کی امداد کریں - اگر سلطنت عثمانیہ آج بچ رہی تو مسلمانوں کا مستقبل بہت عالیشان ہوگا اور اگر خدا نخواستہ یہ نہ ہوا تو مسلمان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ جاویں گے اور قعر ذلالت سے کبھی نہ اُبھر سکیں گے -

اور حالات اس وقت عرض نہیں کرتا - اگر ہو سکا تو کسی اخبار میں اُن کو شائع کراؤں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا -

اور سب حالات بدستور ہیں - ہمیشہ سب کی خیریت مطلوب ہے - حضور امی جان مکرمہ مد ظلہا کی خدمت میں دست بستہ آداب عرض ہے -

اور سب کو ماوجب - زیادہ حد ادب
عبدالرحمن

دارلسعادت

۳ ستمبر سنہ ۱۲ء

عالی حضور قبلہ وکعبہ ام مکرم معظم مد ظلہ العالی'

بعد آداب دست بستہ گزارش ہے والا نامہ گرامی شرف صدور لایا نیز پارسل کلام اللہ شریف کا بحفاظت موصول ہوا۔ صحیفۂ سامی سے سلامتی مزاج وہاج اور خیریت متعلقین دریافت ہوکر اطمینان حاصل ہوا اور خوشی ہوئی - خرچ کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے کہ ہفتہ ابتدائے ستمبر میں پہنچے گا ' غالباً آئندہ یا اس سے آئندہ ڈاک میں آجاوے گا' میرے پاس ابھی کچھ خرچ باقی ہے اس لئے اس باعث کوئی تکلیف نہیں' اطمینان کے لئے لکھتا ہوں -

مسٹر بدرالدین کے کوئٹہ آنے کا حال معلوم ہوا۔ اُمید ہے کہ بہمہ وجوہ بخیریت ہوں گے۔ اُن کی ناکامیابی سے رنج ہوا' آئندہ سال اللہ تعالیٰ نمایاں کامیابی عطا فرماوے - روشن آرا کے مزاج کی کیفیت پیشتر سے بہتر سن کر گونہ اطمینان ہوا - شافی مطلق اپنے حبیب کے طفیل کلی آرام

عطا فرماوے - بشیرالدین کی جانب سے ویسا ہی تفکر ہے' اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور صحت بخشے -

زہرہ بیٹی کی خیریت سے اطمینان ہوا - چندو میاں کے مڈل کا حال دریافت ہوکر خوشی ہوئی' مبارک باد - چندو میاں نے دو خط طلب کئے ہیں' ایک مولوی عبداللہ صاحب کے نام دوسرا ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب کے نام - مولانا ممدوح کے نام میرے عریضے کی ضرورت نہیں؛ بغیر اس کے بھی مولانا موصوف ہر طرح کی توجہ فرماویں گے صرف اُن سے عرض مدعا کافی ہے- ڈاکٹر صاحب کے نام ایک خط ملفوف ہے - چندو میاں کو چاہئے کہ اس کو بند کرکے علی گڈھ میں خود ڈاکٹر صاحب کو دیں - اگر چندو میاں کو اور کسی بات کی ضرورت ہوگی تو مسٹر بدرالدین اُمید ہے اُس کا بندوبست کر دیں گے -

یہاں کے حالات وغیرہ کیا عرض کروں ہوسکے گا تو کچھ شائع کروں گا - البتہ آپ کی اطلاع کے لئے یہاں کی سیاسیات سے مطلع کرتا ہوں - مجھے ستھا قبلو ہز ہائنس شیخ الاسلام جمال الدین آفندی کی خدمت میں باریاب ہونے کا بھی موقعہ ملا تھا - علاوہ ازیں یہاں کے بہت سے سربرآوردگان سے ملا ہوں - خلیل خالد بے اور علی حیدر مدحت بے مشہور مصلحین سے چند بار ملا - اڈیٹر ''طنین'' ''سبیل الرشاد'' ''الہلال'' وغیرہ سے ملا - فوجی افسروں سے ملا

اتحاد و ترقی اور حریت و ایتلاف دونوں فریق کے لوگوں سے ملا - قصہ مختصر کیفیت یہ ھے :

ملک میں اس وقت صرف ایک وطن پرست اسلام دوست جماعت ھے اور یہ انجمن اتحاد و ترقی (Union & Progress) نامی ھے - اس کے علاوہ جتنے فریق ھیں سب (الا ماشا اللہ) یورپی دول کے وظیفہ خوار اور اُن کی جانب سے اس اسلامی حکومت میں فساد پھیلانے کے تنخواہ دار ھیں -

یہ دشمن ملک و مذھب لوگ کون ھیں ؟ وہ رشوت خور اور Corrupt لوگ جن کو انجمن اتحاد و ترقی نے بر سر کار ھوتے ھی چن چن کر نکال دیا تھا، وہ پاشا جو استبداد میں رعایا کے گھروں کو کھلے خزانے لوٹتے تھے، وہ مولوی اور سوفتے جن کے ھم معنی لوگ ھمارے ملک میں بہت موجود ھیں -

البانیا کا فساد کیا ھے؟ یہ ھے کہ یہ لوگ سخت جاھل مسلمان ھیں اور آسٹریا اور اٹلی سے روپیہ...کروڑوں روپیہ ......فساد مچانے اور بے امنی برپا رکھنے کے لئے پاتے ھیں-

کمیٹی یونین اور پروگرس (انجمن اتحاد و ترقی) نے جس کے روح رواں مارشال محمود شوکت پاشا ھیں سب سے پہلا کام جو کیا ھے وہ فوج کی اصلاح ھے اور اس

وقت عسکر کی مثال تیغ براں کی ھے جو جس دشمن کی گردن پر پڑ جاوے گی تسمہ باقی نہ چھوڑے گی- دوسرا کام کمیٹی نے اجراء تعلیم کا کیا ھے اور چار سال میں تین سو مدرسے نئے جاری کئے ھیں -

جب یورپ کی دول نے ...... میں کسی کا نام نہیں لینا چاھتا .... یہ دیکھا تو اسلام کی بیداری سے طبعی دشمنی اور اقتصادی دشمنی رکھنے کے باعث اٹلی کو بھڑکا کر آمادۂ جنگ کردیا اور تمام عہدناموں، قوانین بین الاقوام اور انسانیت کے خلاف مصر کے راستے کو ترکی فوج کے لئے بند کردیا -

دوسری جانب تمام بلقان کی ریاستوں کو بھڑکا رھے ھیں - چنانچہ سرویا میں مسلمانوں کا قتل عام ھوا ھے - سرحد یونان پر یونانی اور ترکی سپاھیوں میں کشت وخون ھوچکا ھے اور قرہ طاغ Montunegro میں بھی یہی ھو رھا ھے - البانیوں کو آمادہ فساد کرنے کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رھا ھے، اور اسلحات مفت مہیا کئے جارھے ھیں -

خدا کی شان کہ طرابلس میں اٹلی سے اب تک کچھ نہیں بنا ھے اور اگر جنگ قایم رھی تو بالاخر اٹلی کو شکست ھوجائے گی- یہ خاص وجہ ھے ریاستہائے بلقان مذکورہ بالا کو بھڑکانے کی، تاکہ اس طور دولت عثمانیہ پر

خارجی دباؤ ڈالا جائے - علاوہ ازیں اٹلی کو بھڑکا رہے ہیں
کہ خانۂ کعبہ پر چڑھائی کرے تاکہ ترک صلح کرنے کے لئے
مجبور ہوجاویں -

داخلی طور پر دول یورپ اور اس کے نمک حرام
ملک وملت تنخواہ دار اور وظیفہ خوار بالاخر اس بات
میں کامیاب ہوئے ہیں کہ انجمن اتحاد وترقی کی کابنیہ
"Cabinet" برطرف ہوچکی ہے اور مجلس (Parliament)
برخاست کردی گئی ہے - شوکت پاشا مستعفی ہو گئے ہیں -

اس وقت جو اہل کابنیہ "Cabinet" بر سر کار ہیں
ان میں سے بیشتر غیر طرفدار لوگ ہیں یعنی انجمن
اتحاد و ترقی یا کسی اور جماعت یا فریق ملکی سے
تعلق نہیں رکھتے مگر ان کی سیاست اور تدبیر طاقت
سے خالی اور ضعیف ہے - ان کی مثال ہمارے ٹرسٹیان
کالج کی سی ہے جو کسی کام کو جس میں جرات بکار
ہو کرتے خائف ہوتے ہیں - دو ایک جو جری طبیعت
ہیں اس کابنیہ سے نکلنے والے ہیں یا نکل چکے ہیں -

اس کابنیے میں ایک بزرگ ہز ہائینس کامل پاشا
ہیں جن کو انگریز Grand old man of Tukey کہتے
ہیں - مگر جتنا ان کا اقتدار انگلستان میں ہے یہاں لوگ
ان کا نام سن کر کانوں پر ہاتھ دھرتے اور لاحول پڑھتے ہیں -

یہ ملک کے قابل ترین اور بدترین شخص ہیں -

یہ اور ان کے خارجی یورپی موئد اس کوشش میں ہیں کہ یہ وزیر ہو جاویں - انؔ کی وزارت کے معنی اٹلی سے بے عزتی کی صلح اور اس سے بھی کچھ زیادہ مصیبت کے ہیں -

اب اگر انجمن اتحاد و ترقی ان کے اور اپنے اور تمام مخالفوں کے خلاف جنبش کرے تو دم زدن میں اسی شارع پر جو میری کھڑکی سے نظر آتی ہے خون بہتا ہوا نظر آئے اور ملک میں اندرونی فساد پھیل جائے - اس لئے محمود شوکت پاشا گوشہ نشین ہیں- اور انجمن اتحاد و ترقی کے اراکین خون کا سا گھونٹ پی کر خاموش ہیں-

رمضان شریف کے ختم ہونے کا انتظار ہے - عید کے دوسرے روز انتخابات (Elections) شروع ہوں گے- اس وقت تک کامل پاشا اور اس کے موئیدین موجودہ کابینہ (Cabinet) کے ذریعے سے کچھ نہ کرسکے اور اہل انجمن اتحاد و ترقی کا غلبہ ہوا اور وہ بر سر کار ہوئے تو امید ہے کہ سب کچھ درست ہو جاوے گا - ورنہ اللہ علیم ہے اور اپنی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے -

اگر انجمن اتحاد و ترقی کا دور پھر آیا......... اور ملک کے لئے یہی ایک نجات کی اُمید ہے.. ...تب بھی

مارشال محمود شوکت پاشا کچھ عرصے تک بر سر کار نہ آئیں گے مگر انشاء اللہ کچھ عرصے بعد پھر دنیا ان کی مدح کناں ہوگی - یہ اس ملک کے بسمارک ہیں' اگر ان کو موقعہ مل گیا تو یہ وہ کام کر جائیں گے کہ ان کے کار نامے آئندہ نسلوں کے لئے یادگار ہوں گے -

اس وقت تمام دنیا کے مسلمانوں کا مستقبل دولت عثمانیہ کے عروج و زوال پر منحصر ہے اور دولت عثمانیہ کا عروج انجمن اتحاد و ترقی کی جان مارشال شوکت پاشا ہیں -

ان سب امور کے علاوہ ایک بڑی مشکل اور مصیبت یہ ہے کہ روپیہ نہیں ہے اور قرض ملتا نہیں - لیکن ساتھ ہی اٹلی کے پاس بھی روپیہ نہیں ہے - اس میں دونوں ایک ہی کشتی میں ہیں - اللہ پر آسرا اور بھروسہ ہے - نصر من اللہ وفتح قریب -

یہ اصلی کیفیت ہے مگر یہ باتیں کسی اخبار میں لکھنا خلاف مصلحت ہے کیوں کہ ان سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ ہوسکتا ہے - صرف آپ کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں -

اُمید ہے کہ بحصول عریضہ خیریت ہو گی - حضور امی جان مکرمہ مدظلہا کی خدمت میں دست بستہ آداب عرض ہے - اور سب کو ماوجب پہنچے -

عبدالرحمن

دارالسعادت'

۱۴ ستمبر سنہ ۱۲ع

عالی حضور قبلہ وکعبہ دام ظلکم العالی

دست بستہ آداب گذارش ہے - صحیفۂ سامی شرف صدور لایا اور احوال و کوائف مندرجہ سے آگاہی ہوئی - سلامتی مزاج وہاج دریافت ہوکر اور جملہ خورد و کلاں کی خیریت سن کر اطمینان قلب حاصل ہوا اور مسرت ہوئی۔ الحمد للہ میں مع الخیر ہوں- جیسا گذشتہ عریضے میں عرض کرچکا ہوں ہنڈی مبلغ یک صد پونڈ کی موصول ہوئی - اس کا دوسرا مُثنّٰی بھی پہنچ گیا - پارسل قرآن شریف کا بھی گذشتہ ہفتہ درست پہنچ گیا -

بدرالدین کا روشن آرا کو ہمراہ لے جانے کا حال دریافت ہوا - اللہ تعالیٰ اُس کا محافظ اور معاون ہو -

قسطنطنیہ کے مسلمانوں کے متعلق انشاءاللہ کچھ حالات کسی اخبار میں تحریر کروں گا - جب واپسی پر اس کی تکمیل کرسکوں گا تو اطلاع دوں گا - یہاں صرف

آپ کی اطلاع کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں - مجھے اب یہاں رہتے ایک ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہے اور وزراء سے لےکر حمالوں تک سے ملنے کا موقع حاصل ہوا ہے - ترکوں کی سیاسی زندگی کے متعلق گذشتہ عریضے میں مختصر بیان کر چکا ہوں - اس میں اُن کی اقتصادی کیفیت اور تجارتی حالت پر کچھ لکھتا ہوں -

ترک جب سے یورپ میں آئے فتوحات یا دشمنوں کی مدافعت اور مقابلے میں ایسے مشغول رہے کہ ان کو اور جوانب اپنی توجہ مبذول کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی - چنانچہ خلفائے بنی عباس یا حکومت اندلس کی طرح انہوں نے علوم وفنون کی طرف کوئی ایسی توجہ نہیں کی جس سے بحیثیت ایک علمی قوم ان کا نام قائم ہوتا - علاوہ بریں یہ تجارت اور صنعت کی طرف بھی جانے کی مہلت نہ پا سکے - ہر زمانے میں ان کی عیسائی رعایا ان سے زیادہ تھی اور مسیحی مغربی قومیں گو مغلوب ہو گئی تھیں لیکن اپنے موقع کی ہر وقت منتظر تھیں - ایسی صورت میں قرون وسطیٰ اور گذشتہ صدی سے قبل تک زیادہ قباحت نہ تھی کیوں کہ حکمرانی کا دائرہ سیاسیات تک محدود تھا - حکومت میں تجارت اور اقتصادیات کو دخل نہ ہوا تھا مگر ایک صدی سے جب کہ مغربی اقوام نے جہاز رانی کے فن کو وسعت دی اور دنیا کے انجانے سمندروں میں داخل ہوکر ہندوستان، ممالک ایشیا اور امریکہ تک پہنچ گئیں

سلطنت کی صورت ہی بدل گئی - اب سلطنت نام ہے تجارت اور دولت کا - چنانچہ ایک صدی کے اندر اندر یہ نتیجہ ہوا ہے کہ باوجود اپنی دلیری اور شجاعت میں روز افزوں ترقی کرتے رہنے کے ترک جو ہمیشہ نامفتوح تھے یورپ سے مغلوب ہوگئے - شجاعت ہے' دلیری ہے' ہمت ہے' جواں مردی ہے ماشاء اللہ یورپ میں جرمنوں کے بعد سب سے عمدہ فوج موجود ہے' مگر اگر ملک میں اندرونی فساد ہو تو ریل نہیں جس کے ذریعے فوج دم زدن میں اُس مقام تک پہنچ سکے' تاخیر ہونا لازمی ہے - ریل اس وجہ سے نہیں کہ ملک میں ایسے تاجر نہیں جو مشترکہ کمپنی سے ریل بناسکیں - تجارت کے محاصل نہیں جس سے گورنمنٹ خود دولت مند ہوکر بناسکے - اگر طرابلس میں فوج کو لے جانا چاہتے ہیں تو بیڑہ نہیں - بیڑہ اس وجہ سے نہیں کہ سلطنت صرف حکومت کرتی ہے' تجارت نہیں کرتی - نہ رعایا کے پاس دولت نہ خزانے میں روپیہ ہے - سلطان عبدالحمید خاں کے جواہرات پیرس میں فروخت کئے تھے جس سے چار پانچ Destroyers چھوٹے جنگی جہاز بنانے کے لائق روپیہ مل گیا تھا - وہ جنگ طرابلس میں خرچ ہوگیا - بیڑے کے بنانے کا خرچ اس قدر ہے کہ ہماری محمدن یونیورسٹی کے تمام اثاث البیت سے معہ تمام جمع شدہ روپئے کے ایک جہاز جنگی تیار نہیں ہو سکتا - اب اس کا علاج کیا ہے؟ صرف وقت اور محنت کے ساتھ یہ مسئلہ حل ہو سکتا

ہے، فی الحال سوائے تاسف کوئی چارہ نہیں - اس وقت جب یہ سطور تحریر کر رہا ہوں بلغاریہ معہ اور ریاست ہائے بلقان (سرویا، مان تینگرو، یونان) آمادۂ جنگ ہے - اگر ان چار کے ساتھ ان کا حمایتی اور سر پرست خود روس بھی شامل ہو جاوے تو عسکر عثمانی کے سامنے پانچوں بے حقیقت ہیں مگر جنگ کو جاری رکھنے کے لئے روپیہ نام کو نہیں- اب بتائیے کہ اس کا کیا چارۂ کار ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ریاست ہائے بلقان خود مفلس ہیں مگر اُن کو روپیہ دینے والے موجود ہیں: اُن کو روپیہ دینے والے اُن کی ہمدردی، اُن کی آئندہ بہتری، اُن کی فتحیابی کے خیال سے روپیہ دیں گے - دولت عثمانیہ کو اول تو کوئی روپیہ دینے والا ہی نہیں اور اگر کوئی ہے بھی تو وہ اس قدر حقوق اور رعائیتں حاصل کرنے کے بعد روپیہ دے گا کہ ایسے قرض سے شکست کم مضر ہے- غرض 'نہ جائے ماندن نہ راہ رفتن' کا معاملہ ہے - آپ ہر روز سنتے ہوں گے کہ یہاں کے وزرا اکثر قلمدان وزارت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اکثر جلد مستعفی ہو جاتے ہیں- ایسے حالات بھلا کس انسان کو دیوانہ نہ کر دیں گے -

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک صدی سے مسئلۂ تجارت اور صنعت قومی اور ملکی ہستی کے لئے اس قدر ضروری ہو گیا تھا تو حکومت عثمانی کیوں اپنی بقا کی طرف سے غافل خواب خرگوش میں سوتی رہی؟ اس کا

جواب بلکہ تمام معمے کا جواب کہ ایشیا باوجود جغرافی اور تعدادی حیثیت سے یورپ سے زیادہ ہونے کے کیوں پس افتادہ ہے' یہ ہے کہ استبداد یعنی مطلق العنان حکومت فروغ تجارت اور فروغ آزادی دونوں مساوی متضاد اور متخالف ہے - عبدالعزیز اور عبدالحمید تو نہایت ظالم اور جابر اور وطن اور اسلام دشمن بادشاہ تھے لیکن بفرض محال اگر ان کی جگہ کوئی منصف اور وطن پرست حکمران بھی ہوتے تو بھی یہ حالت پیش آنی ایک حد تک لازمی تھی- ایک انسان کی دو آنکھیں ہوتی ہیں- ہر شے کو وہ نہیں دیکھ سکتا نہ جان سکتا ہے - جب فروغ تجارت نے دنیا کو ریلوں اور جہازوں کے راستوں سے وابستہ کر دیا اور ہر ملک کے لوگ دوسرے ملکوں میں آنے جانے لگے تو جیسا کہ ظاہر ہے ہر سلطنت کا کام نہایت مشکل ہو گیا - گویا سلطنت قومی حیثیت سے بین الاقوامی (International) حیثیت اختیار کر گئی - اور اسکی حفاظت کے لیے یہ امر لازمی ہو گیا کہ بجائے دو آنکھوں کے ہزار آنکھیں محافظ سلطنت ہوں - یورپ نے ضروریات کے مطابق اپنے قوانین کو جو شروع ہی سے ''تقسیم اختیارات سلطنت'' کے اصول پر مبنی تھے زمانہ اور وقت کے لحاظ سے اور زیادہ آزاد بنا لیا۔ ایشیا میں بھی جاپان نے زمانے کی رفتار کو پا لیا اور مشروطہ حکومت کے حصول کی کوشش کرتے رہے - نہ عبدالعزیز نہ مراد خامس کے زمانے میں کوئی مطلب برا ی ہوئی '

جب سلطان عبدالحمید تخت پر بیٹھے تو مدحت پاشا نے اپنا مطالبہ قوم کی جانب سے پیش کیا - مگر سلطان عبدالحمید شہنشاہ جاپان کا ضد میں جواب تھے - مدحت پاشا اور شیخ الاسلام کو جلا وطن کیا گیا - اور بالآخر مدحت پاشا کو خفیہ طور پر پھانسی دلوادی گئی - مگر آزادی کا درخت تو ہمیشہ خون شہیداں ھی میں پرورش حاصل کرتا ھے - سلطان حمید کی تلوار مدحت پاشا کے پیروان کار کو کیا ڈرا سکتی تھی' نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان عبدالحمید اور اُس کے موئدین ایک طرف اور فدا کار وطن دوست دوسری طرف دو گروھوں میں تقسیم ہوگئے - الا ماشاء اللہ' تمام اہل الرائے اور صاحب دماغ لوگ دوسرے گروہ میں تھے - نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس کسی نے وقت اور زمانے کے لحاظ سے کوئی نیک آزادانہ صلاح دی' فوراً "حریت پسندوں" میں سے سمجھا گیا اور اُس کا خاتمہ کر دیا گیا - پولس کے سپاھی مسلح اچانک شب کو کسی کے دروازے پر آجاتے تھے اور مُنہ پر اُنگلی رکھ کر خاموشی کا اشارہ کرکے اپنے ساتھ لے جاتے تھے - وہ خود اور سب عزیز دوست جانتے تھے کہ جہاں جارہا ھے وھاں سے کبھی واپس نہ آئے گا - بحر مرمرہ میں اس قدر شہداء کی لاشیں مچھلیوں کا لقمہ ہوئی ھیں کہ ترک مرمرہ کی مچھلی نہیں کھاتے - جب ملک کی یہ حالت تھی مغربی (یورپی) اقتدار تجارت کے ذریعے بڑھ رھا تھا - اس سے بہتر زمانہ یورپ والوں کو میسر نہ آسکتا

تھا - جو صلاح نیک دینے والے تھے وہ تہ دریا جا سوئے - یورپی سفیروں، ایجنٹوں، مشنریوں، اہل دول تاجروں، اور یورپی جماعتوں کے فرستادہ و کلاء نے خوشامد طلب اور خوشامد پسند اور عبدالحمید کے خوشامدی پاشاؤں اور وزراء کے ساتھ مل کر ہرجگہ رسوخ پیدا کرلیا اور اپنا اثر جما لیا-

سفراء نئے نئے قرضوں کی ضرورت پیدا کرتے اور سمجھاتے رہے اور قرضہ دلواتے رہے - کسی قرض میں محاصلات رسمیہ (Customs) دوسری حکومت کے ہاتھ میں چلے گئے - کسی میں محاصلات ماہیگیری جس میں صدف اور موتی شامل ہیں ان کو مل گئے اور قرضہ دیا - ڈاک خانوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا - تمام قوموں کے ڈاک خانے اس سلطنت میں قائم ہیں - قانونی حیثیت سے تمام قوموں کو حکومت کے اثر سے آزاد کرا لیا اور اور ہزاروں قیود عائد ہو گئے - گویا آج تمام سلطنت یورپ کے ہاتھ رہن ہے اور قرضہ سودی ہے - اہل دول تاجر آئے اپنی کوشش، اپنے سفراء کی سفارش اور بادشاہ کو تحائف اور وزراء کو رشوتیں دے کر ہر چیز میں اپنا فروغ جما لیا - بہت سی Monopolies لے لیں، مثلاً تمباکو بیچنے کا سوائے Regie کی کمپنی کے کسی کو اختیار نہیں - جہاں اہل ملک کو اپنی تعلیم میں حصہ لینے کی نہ رغبت دلائی گئی اور نہ اُن کی امداد کی گئی وہاں مشنریوں کو پوری آزادی

دی گئی- غرض رفتہ رفتہ تمام دولت ملک کی سمٹ کر غیر اقوام کے ہاتھ میں آگئی اور ان کے ہاتھ میں ہے -

یہ تو بڑی تجارت کا حال ہے جو اصلی اور حقیقی تجارت ہے' رہی چھوٹی تجارت یعنی مال دوسرے کارخانے سے خریدنا اور منفعت قلیل یا کثیر پر بیچنا وہ یا تو یونانیوں کے ہاتھ میں ہے یا ارمنیوں یا یہودیوں کے پاس ہے - ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھ میں دولت عثمانیہ سے بدرجہا زیادہ تجارت ہے- بیشتر حصہ ہائے شہر میں نیز بیرونجات قصبوں اور جزائر میں میلوں تک مسلمان طعام فروش تک کی دوکان نہیں ملتی -

پیرا یا بیوغلی جو شہر کا نیا حصہ ہے سوائے یورپی لوگوں کی دوکانوں اور بنکوں کے کچھ نہیں - میرے ایک دوست نے جو مجھ سے قبل یہاں ایک برس ہوا آئے تھے مجھے لکھا تھا کہ ''میں نے قسطنطنیہ کو دیکھا - میں سمجھا تھا کہ اگر پیرس یا برلن نہیں تو کم از کم یورپ کے دوسرے درجے کے شہروں ایسا خوش تمدن اور صاف ستھرا ہو گا - سخت مایوس ہوا - پیرا (بیوغلی) البتہ غنیمت ہے'' میں خود جب پیرا (بیوغلی) کو دیکھتا ہوں تو سخت مایوس ہوتا ہوں - یہ حصہ یورپ کی ملکیت' یورپ کی قوت کا مرکز اور یورپ کے اثر کا نشان اور سلطنت کی آئندہ مشکلات کا سرچشمہ اور سلطنت کی گذشتہ خرابیوں کا معدن اور سلطنت کے موجودہ مصائب کا منبع ہے -

دوسرے حصے جو غریبانہ طور پر تعمیر شدہ ہیں جن میں صفائی نہیں اور جن کی حالت سے میرے دوست کو عار آیا تھا غنیمت ہیں - وہ ہمارے اپنے ہیں -

غرض یہ مختصر کیفیت ہے - اس کا علاج کیا ہے -

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

بیداری کے آثار روز بروز نمایاں ہیں، جب کوشش کریں گے تو مشکلات کے حل ہونے کے راستے خود ہی نکل آویں گے - پس اس بیان کے مطالعہ سے متاسف ہونے کی کوئی ضرورت نہیں - اسلام کے آئندہ عروج کے لئے بشارت الہی موجود ہے اور مسلمانوں کی کوششیں جو روز افزوں ہیں انشاءاللہ ثمریاب ہوں گی - البتہ ہر شخص کو اپنے فرض کے ادا کرنے میں تیار اور مستعد ہونا چاہئیے -

چار سال سے ترکوں نے توجہ شروع کی ہے - دکانیں نکال رہے ہیں، ایک دو بنکوں میں میں بھی شرکت کی ہے - یوں ہی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی جائے گی - ہندوستان کے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے تجارتی ارتباط قائم کریں اور یہاں کے مسلمانوں کی تجارت کے لئے ہندوستان میں سہولتیں پیدا کریں -

آئندہ انشاءاللہ ترکوں کی تمدنی حالت پر جو نہایت دل خوش کن ہے کچھ لکھوں گا - یہ تحریر محض

جناب کی اطلاع کے لئے ھے - اخبارات میں اگر کچھ لکھوں گا تو علحدہ کم وبیشی کرنے کے بعد لکھوں گا -

قسطنطنیہ کی آب و ھوا بہت اچھی ھے - یہاں یورپ کی طرح ھر روز بارش نہیں ھوتی رھتی - دوسرے بغاز اور بحر کے قریب ھونے سے صحت کے لحاظ سے یہ جگہ بہت عمدہ ھے -

بحمداللہ رمضان بخیر و خوبی ختم ھوا؛ تمام روزے پورے ھوئے - کوئٹہ کے روزہ داروں کا حال معلوم ھوا، اللہ قبول فرماوے -

اب میں انشاءاللہ ھفتہ عشرہ میں یہاں سے مراجعت کروں گا - ارادہ ھے کہ یونان اور اطالیہ (روما) کے راستے سے جاؤں گا مگر کچھ طے نہیں کیا ھے - اگلے عریضے میں مفصل اطلاع دوں گا -

چلو میاں کے حالات دریافت ھوئے؛ تصویریں بھی پہنچیں- بہت خوش ھوا - میذل حقیقت میں نہایت ھی عمدہ اور خوش وضع ھے -

اور سب حالات بدستور ھیں -

حضور امی جان مکرمہ معظمہ مد ظلہا کی خدمت میں دست بستہ آداب عرض ھے؛ ھمشیرہ روشن آرا اور

عزیز شبیر الدین کی جانب سے ھمیشہ تردد ھے - خدا وند تعالیٰ عزیز مذکور کو بجاوری حکیم کے علاج سے شفا بخشے' ھمیشہ دعا ھے -

باقی سب خیریت ھے -

ھمیشہ سلامتی مزاج وھاج کا خواھاں اور جویان عافیت ھوں - زیادہ حد ادب

عبدالرحمن

دارالسعادت

۲۵ ستمبر سنہ ۱۲ع

عالی حضور قبلہ و کعبہ ام مکرم معظم محترم مد ظلہ العالی

آداب - پس از تسلیمات عجز دست بستہ گزارش ہے - والا نامۂ گرامی شرف صدور فرما ہوا اور جملہ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی - سلامتی مزاج وہاج و خیریت جملہ خورد و کلاں دریافت ہوکر خوشی ہوئی - روشن آرا بانو کی بدرالدین کے ہمراہ سیوہارہ روانگی کا حال معلوم ہوا - ہنڈی اور قرآن شریف اور چلو میاں کی تصویروں کی رسید گزشتہ خط میں عرض کر چکا ہوں - بشیرالدین کے متعلق قبلہ ماموں جان کے والاناموں سے کیفیت معلوم ہوکر ہنوز تعلق خاطر ہے - میں یہاں بخیریت ہوں - بخوبی تمام سیر کر چکا ہوں - انشاء اللہ ہفتہ بھر کے اندر اندر یہاں سے مراجعت کروں گا - یونان اور اطالیہ یا کسی دوسری راہ سے جانے کے متعلق آئندہ ہفتہ مطلع کروں گا - اُمید ہے کہ بحصول عریضہ ہذا آپ بہمہ وجوہ بسلامتی ہوں گے اور جملہ خورد و کلاں مع الخیر ہوں گے -

انشاء اللہ آئندہ ہفتہ مفصل عریضہ ارسال خدمت کروں گا ۔ بوجہ باہر جانے کے آج نہیں لکھ سکا ۔ اور اُمید ہے کہ بہر طور عافیت ہوگی ۔

حضور امی جان مکرمہ مد ظلہا کی خدمت میں دست بستہ آداب عرض ہے ۔ اور سب کو ماوجب پہنچے ۔

زیادہ حد ادب ۔

عبدالرحمن

باہر نہیں گیا، لکھتا ہوں ۔

گذشتہ دو عریضہ جات میں میں نے ترکوں کی سیاسیات اور اقتصادیات کا کسی قدر دل کو افسردہ کرنے والا نقشہ کھینچا تھا ۔

اس خط میں ترکوں کی تمدنی کیفیت مختصر کچھ عرض کرتا ہوں ۔

ترکوں کے موجودہ زوال کا باعث اُن کے دو بادشاہ عبدالعزیز اور عبدالحمید ہیں جن کے زمانے میں ظلم و ستم اپنوں سے جفا اور غیروں سے دوستی کے باعث نوبت یہاں تک پہنچی ہے مگر باوجود اس نیم صدی کے ہر طور کے مصائب کے ترکوں کا اس درجہ بھی قائم رہنا ایک عجیب تاریخی معمہ ہے ۔ ریاست ہائے بلقان میں اور روس آسٹریا کے نرغے میں بتیس دانتوں میں زبان

کی طرح سلامت ہونا ' جرمنی اور انگلستان کی جان کی سیاسیات کے جال میں پھنس کر ہنوز طاقت پرواز رکھنا' آئے روز حملوں کے تصادم سہنا' قرض کا بار گراں اُٹھانا مگر شکست تسلیم نہ کرنا' آخر اس کا راز کیا ہے؟ خود ملک کی آبادی ایسی ہے کہ گھر کے عیسائی دشمن باہر والوں سے زیادہ خوفناک ہیں - عرب اور البانیہ نے مسلمان جہالت کے باعث اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ ہی چن رہے ہیں - اس کا راز ترکوں کی شخصی کیفیت ہے -

عبدالعزیز اور عبدالحمید اور اُن کے خوشامد طلب اور خوشامد پسند وزراء نے جو ظلم و ستم اور بدنظمی اور طوا ئفُ الملوکی کا نقشہ پیش کیا وہ اُن کی ذاتی بدی سے متعلق ہے - دولت عثمانیہ میں یہ جابر بادشاہ' ان کے ظالم حاکم اور ان کے پروردہ ان ہی کی مثال بہت سے محکمہ جات کے افسر تھے- مگر قوم میں کسی قسم کا اخلاقی یا مذہبی یا تمدنی نقص پیدا نہ ہوا تھا- قوم سے مراد یہاں ترک ہیں- جس طرح آگ میں پڑکر سونا اور آب و تاب حاصل کرتا ہے اُس ظلم وستم سے ان کی خوبیاں اور نمایاں تھیں-

پس گو خارجی اثرات نے حکومتی جماعت کے جسم کو زہرآلود کر دیا تھا' قوم کا بدن اس کے اثر سے بالکل پاک تھا- یہ قدرت کا فتوی ہے کہ کوئی قوم تبہ نہیں

ہوسکتی جب تک کہ اس کی مجموعی حیثیت خراب نہ ہوجاوے - چوں کہ ترکوں نے اپنی ذاتی خوبیوں کو برقرار رکھا یہ نصف صدی ان پر سے اس طرح گزرگئی ھے جیسے باد سموم قافلے کے سر پر سے گذر جاتی ھے -

یہ سب کو معلوم ھے کہ ترک اپنی عیسائی رعایا کے مقابلے میں تعداد میں کم ھیں- دولت اور تجارت عیسائی رعایا کے ھاتھ میں ھے مگر ان عیسائیوں میں خواہ وہ بلغاری ھوں یا ارمنی یا یونانی جو بدترین ھیں- اور ترکوں میں ایک فرق ھے جو ایک نگاہ میں ظاھر ھوجاتا ھے -

ترکوں میں شرافت، جسارت، دیانت، تقویٰ، غرض انسانیت کا ھر ایک جوھر کوٹ کوٹ کر بھرا ھے - ان عیسائیوں کی رذالت، بزدلی، فریب دھی، فسق و فجور کی زندگی، بہائم سے کسی درجہ کم نہیں - ترکوں کی خوبیوں کو ان کی اپنی عیسائی رعایا سے ھی یہ نسبت نہیں بلکہ تمام اھل یورپ سے بھی یہی نسبت ھے - ھندوستان، ایران وغیرہ کے مسلمانوں میں جو اسلامی روح مفقود ھے وہ عثمانیوں کے سینے میں موجود ھے - عربوں میں خواہ سر زمین مقدس کے ھوں یا سواحل افریقہ کے سوائے جسارت کے تمام اسلامی خوبیاں محو ھوچکی ھیں - ترک اسلام کے موجودہ لق و دق صحرا میں ایک سر سبز نخلستان ھیں-

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ترکوں کی ان

قلبی خوبیوں کو کس طور قلمبند کروں -

سب سے بڑی خوبی جو ترکوں میں ہے وہ اخوت اسلامی کا وجود ہے - قسطنطنیہ ہی دنیا میں میں نے ایک ایسا مقام دیکھا ہے جہاں شاہ وگدا کا ایک رتبہ ہے -

عالی حضور خلیفتہ المسلمین جو مسند رسول اللہ کے جانشین ہیں، سادگی اور اخلاق کی مجسم تصویر ہیں - آپ کی نسبت مشہور ہے کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم کو آفندم (میرے آقا) کے بغیر خطاب نہیں فرماتے -

شاہزادوں کی یہ کیفیت ہے کہ ولیعہد شاہزادہ یوسف عزالدین آفندی عام قہوہ خانوں میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ایک پیالہ قہوہ پی کر یا اخبار ملاحظہ فرماکر تشریف لے جاتے ہیں - شہزادہ ضیاء الدین آفندی سلطان المعظم کے فرزند ایک دن ایک مقام پر جہاں عثمانی بیڑے کی طیاری کے لئے شب میں سرود ہوتا ہے میرے قریب ہی تشریف فرما تھے - عام قہوہ خانوں سے میری مراد وہ پیرا کے قہوہ خانے نہیں ہیں جہاں پر یورپی لاکھوں روپیہ کے ٹھاٹھ نظر آتے ہیں بلکہ اسلامبول خاص کے قہوہ خانے جہاں حمال اور سپاہی اور افسراور شرفا سب آتے جاتے اور بیٹھتے ہیں - کوئی ترک بغیر کسی کام کے اُن مغربی قہوہ خانوں میں جو فردوس نظر ہیں اور جن کی مثال قہوہ خانوں پر یورپ میں ہمارے مشرقی

جان و دل فدا کرتے ہیں نہیں جاتا کیوں‌کہ اُن کو سادگی اور اخوت کا خیال مانع ہے -

جہاں دیکھئے غریب اور امیر، کس و ناکس آزادی سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں - یہ عین اسلام ہے - افسوس ہے کہ ہندوستان میں یہ خوبی انگریزوں کی دیکھا دیکھی ہم میں سے جا رہی ہے -

ترک صدیوں سے مغربیوں کے ہمسایہ ہیں اور مغربی قوموں میں جو عیوب ہیں دنیا کی بدترین اقوام میں نہیں ہیں جن سے وجدان صحیح ہمیشہ نفرت کرتا ہے -

مشرقی ممالک کے بہت سے لوگ طالب علمانہ اور اور حیثیتوں سے یورپ میں آتے ہیں اور ہمیشہ مغربی بدتہذیبی کے شیدا ہوجاتے ہیں مگر ترک آج تک جس طرح اب کثیف میں پائے نگاہ تر نہیں ہوتا بے لوث ہیں - یہ کہہ دینا بہت آسان بات ہے مگر غور کیا جائے تو اس سے بڑھ کر قومی عصبیت اور اسلامی اثر کا ثبوت نہیں ہوسکتا -

ترک مغربی طرز معاشرت رکھتے ہیں مغربی لباس سوائے فیض کے پہنتے ہیں - عورتیں مغربی لباس پہنتی ہیں، مغربی طرز طعام رکھتے ہیں مگر اس مغربی جسم میں سراپا اسلامی روح ہے -

یہ سب پابند نماز و روزہ ہیں - اسلامبول میں

بے شمار جامع ہیں جس وقت جس مسجد میں چلے جایئے اگر نماز کا وقت ہے تو مسجد بھری ہوئی ہے اگر نماز کا وقت نہیں تو بیسوں اور بڑی مسجدوں میں سیکڑوں آدمی بیٹھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں یا قرآن مجید سن رہے ہیں۔ فوجی افسر چھوٹے سے لے کر جنرل تک وردیوں میں تلوار کھولے بوٹ اُتارے مشغول نماز یا عبادت ہیں۔ ماہ رمضان میں ہر کس وناکس دن بھر سوائے تسبیح پڑھنے کے کچھ نہیں کرتا۔

شراب پینے کی عادت ترکوں میں تمام دنیا کے مسلمانوں سے کم ہے۔ احکام شرعیہ کے سخت پابند ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھی اخلاقی پولس مقرر ہے۔ ماہ صیام میں سب روزہ رکھتے ہیں۔ اطورا میں جن میں اہل یورپ بہائم سے زیادہ ہیں۔ ترک پاک ترین زندگی بسر کرتے ہیں۔ اِن کی عورتوں میں پردہ جائز آمد و رفت اور کاروبار کی آزادی سے ہے اور تمامی اسلامی خواتین کی مثال یہ سب عصمت وعفت کی دیویاں ہیں۔

ان میں اسلامی جسارت اس قدر ہے کہ دنیا میں ان سے زیادہ جسور کوئی قوم نہیں۔ ایک ترک دس دشمنوں پر بھاری ہے۔ بچے بچے کو غزا اور شہادت کا شوق ہے۔ سلطان عبدالحمید کے زمانے میں سپاہیوں کی یہ حالت ہوئی تھی کہ برسوں تنخواہ کا نام نہ تھا۔ وردیوں کی دھجیاں بھی باقی نہ تھیں اور پانؤں میں جوتے تک نہ

تھے مگر برابر "پادشاهم چوق لیشا" کے نعرے لگاتے تھے- اگر اُن سے دریافت کرو کہ باوجود ان تکالیف کے تم کیوں ملک اور ملت کا دم بھرتے ھو تو کہتے تھے کہ ھم نے بہت سے اچھے بادشاہ پائے' اب ایک برا بادشاہ ھے یا اس کے وزیر برے ھیں' اگر ھم صبر کریں گے تو خدا ایک دن بہتر بادشاہ بھیج دے گا - جہاں یمن یا کہیں اور بغاوت ھوئی یہی سپاھی گئے اور لڑے - اگر یوروپ کی بہترین فوج کو دو دن شراب نہ دی جائے تو افسروں کو قدر عافیت معلوم ھوجاوے- خود انکاری کا جوھر ترکوں کے رگ و ریشے میں ھے -

یہ لوگ اس قدر اسلام دوست ھیں کہ جو کچھ ھمدردی اور برادرانہ معاونت ھم ان کی کرتے ھیں وہ کیا ' اگر ھم ان کے نام پر اپنی جانیں تک فدا کردیں تو کم ھے - کرنل سامی بے سلطان المعظم کے خاص گارد کے افسر ھیں' ایک دن سلاملق میں اُن سے ملاقات ھوئی - قصر یلدیز کے آستانے میں رھتے ھیں' اپنے ھمراہ لے گئے - اثنائے گفتگو میں میں نے ذکر کیا کہ علی گڈھ کالج کے طالب علم جب سے جنگ طرابلس ھوئی ھے' پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے اور جو دام بچتے ھیں طرابلس کے لئے بھیجتے ھیں - بے اختیار رونے لگے -

ایک میرے دوست لیفٹیننٹ محمود بابر آفندی ھیں - ھمیشہ کہا کرتے ھیں کہ دیکھو تم ھمارے لئے اس قدر کچھ کرتے ھو اور ھم تمھارے یا کسی کے لئے کچھ نہیں

کرسکتے - مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ حیات اسلام ترکوں کی ذات سے وابستہ ہے - خدا وہ دن نہ لائے' جس دن یہ نہ ہوں گے مسلمانوں کا دور ختم ہوچکا ہوگا -

کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے -

وہ وزراء اور امراء جن کے آستانے پر بڑے سے بڑے آدمی رسائی نہیں پاتے صرف اتنا کہنے پر کہ آپ ''مسلمان مسافر مہمان'' ہیں استقبال کے لئے نکل آتے ہیں - جو لوگ کہ دول کے سفیروں کے لئے اپنی نشست سے جنبش نہیں کرتے تواضع کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں' صرف اس لئے کہ آپ مسلمان ہیں: اور خاطر داری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے - جن مقامات کو دیکھنے کے لئے ایک ایک ماہ قبل اطلاع دینے کی ضرورت ہے وہ آپ کے لئے ہر وقت کشادہ ہیں - سلاماق میں میں ہر ہفتہ جاتا ہوں- تمام انگریزوں جرمن' روسی' لوگوں کو پاسپورٹ دکھلانا پڑتا ہے - مجھے ہمشہ صرف اس وجہ سے کہ میں اجنبی مسلمان ہوں سب سے آگے مسجد کے آگے کھڑا کردیتے ہیں' میرے لئے کوئی روک ٹوک نہیں -

مہماں نوازی کی یہ کیفیت ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں کسی جگہ کھانا کھانے گیا اور کسی شخص سے جو میز پر سامنے یا قریب بیٹھا ہو گفتگو ہوئی' یا ترکی نہ جاننے کی وجہ سے نہ ہوسکی صرف دو ایک اشاروں میں

باتیں ہوئیں، اب وہ مصر ہے کہ میں اس کا مہمان ہوں - اگر انکار کروں تو ترک اس سے زیادہ کسی چیز کا برا نہیں مانتے - اگر میں کسی کو مہمان کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ تم ہمارے ملک میں ہو یہ ممکن نہیں - بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جب چلتے وقت کھانے کے دام ادا کرنے کے لئے ملازم کو بلایا تو اس نے کہا کہ ''جو صاحب آپ سے باتیں کررہے تھے وہ ادا کرچکے ہیں ''جہاں کہیں کسی شخص سے ملاقات کیجئے، گھر میں ہو یا باہر، فوراً چاء قہوہ راحت لقوم وغیرہ کی تواضع کریگا - سرکاری دفاتر میں جائیے، چوں کہ آپ اجنبی مہمان ہیں وہاں بھی یہی کیفیت ہے -

اسلام کی ترقی اور اسلام کے اتحاد کا خیال ہر شخص کو دامنگیر ہے اور ہر طرح کی کوششیں اس کے لئے کی جارہی ہیں -

اس وقت سب سے بڑی ضرورت ''دو نانما'' یعنی بیڑے کی ہے - ہرطرح اس کے لئے چندہ جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں- شرفا ہر جگہ بند سر بہ مہر بکس لئے ہوئے مانگتے پھرتے ہیں - مسجدوں میں پاشازادیاں مانگتی ہیں - ناٹکوں میں بچے مانگتے ہیں؛ ہر روز شب میں رمضان بھر ایک جگہ امداد کے لئے سرود ہوتا رہا - ہرکس وناکس ہمیشہ دیتا ہے - یہ بات ان کے دل سے لگی ہے اور ضرور اپنے ارادہ میں عمدہ طرح کامیاب ہوں گے - ایک عجائب خانہ اسی امداد کے لئے بنایا ہے جہاں ایک روپئے کا ٹکٹ

لاٹری کا ملتا ہے - لاٹری میں کوئی ایک آنے دو آنے کی قلیل القیمت چیز مل جاتی ہے - تنخواہ پاتے ہی تمام سپاہی اور ملاح یہاں آتے ہیں ارو ایک ایک نہیں بلکہ زیادہ ٹکٹ خریدتے ہیں - ان کی حیثیت کے لحاظ سے اس سے زیادہ قوم پرستی کیا ہوسکتی ہے ؟

جس قوم کی مجموعی حیثیت یہ ہو' جن میں یہ اخلاقی' مذہبی اور تمدنی محاسن موجود ہوں' وہ قوم بھلا کسی کے مٹائے مٹ سکتی ہے؟ جب مسلمانوں نے اندلس کو فتح کیا تو بادشاہ نے اپنے ندماء سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس لشکر کثیر ہے اور ہر طرح کے سامان مدافعت موجود ہیں' پھر کیا وجہ ہے کہ مسیحی لشکر مغلوب ہوتا جاتا ہے؟ کسی کو کوئی جواب بن نہ آیا - اُس وقت ایک پیر مرد راہب نے کہا کہ جہاں پناہ مسلمانوں کے اخلاق ہم سے اچھے ہیں -

ترک نہ صرف اپنی گذشتہ کھوئی ہوئی عظمت کو پھر حاصل کریں گے بلکہ انشاء اللہ دوبارہ یورپ کو فتح کریں گے اور اہل یورپ ان کے حملے کی تاب نہ لاسکیں گے کیوں کہ ترکوں کے اخلاق اُن سے اچھے ہیں -

عبدالرحمن

مذکورۂ بالا صرف حضور کی اطلاع کے لئے تحریر ہے اگر وقت ملے گا تو کسی رسالے وغیرہ میں یہاں کے حالات ردو بدل کے بعد خود شائع کروں گا -

دارالسعادت، اسلامبول

۱۴ اکتوبر سنہ ۱۲ء

عالی حضور قبلہ و کعبہ ام مکرم معظم مد ظلہ العالی

دست بستہ آداب گذارش ہے - صحیفۂ سامی ورود فرما ہوا ؛ اور مطالعہ اُس کا باعث غایت خوشی اور عین اطمینان کا ہوا - جملہ خورد و کلاں کی خیریت کا دریافت ہونا موجب طمانیت ہوا ' اُمید ہے کہ بحصول اس عریضہ کے سب بخیر و خوبی ' خوش و خرم ہوں گے - بحمداللہ میں بھی بصحت اور بہ خیریت ہوں -

یہاں سے دو روز میں جمعہ کے دن آسٹرین لائڈ کمپنی کے جہاز کے ذریعے مراجعت کروں گا - ٹکٹ خرید لیا ہے - اول یونان اثینیہ (Athens) میں دو روز قیام کا قصد ہے - آثارالصنادید دیکھ کر اُسی کمپنی کے دوسرے جہاز میں دو روز بعد سوار ہوکر ساحل برنڈسی (Brindsi) پر اُتروں گا ' یہاں سے براہ ریل شہر نیپلز (Naples) کا ارادہ ہے - وہاں سے روما (Rome) جاؤں گا - روما سے وینس (Venice) اور وینس سے فلارنس (Florence) - اس کے بعد اگر ہوسکا تو میلان (Milan) اور زیورچ (Zurich) کو بھی جو راستے

میں ھیں دیکھوں گا - اس طور اطالیہ اور اسویچ
Switzerland سے گذرتا ہوا فرائی برگ جاؤں گا - وہاں
یونیورسٹی کے نئے سمٹر (یعنی ٹر) کے کاغذات کی خانہ پری
کرکے اپنا نام درج کرکے حاضری مندرج ہو جانے پر لندن کے
کھانوں کے لئے جاؤں گا - انشاءاللہ راستے میں جہاں ڈاک
کا وقت آوے گا خطوط ہر وقت روانہ کرتا رہوں گا -

آپ کے دو یا تین ہفتوں کے خطوط فرائی برگ
پہنچنے پر ملیں گے - راستے کا پروگرام چوں کہ قطعی
معین نہیں ہے اس وجہ سے راہ میں کسی شہر میں
Post Restaunt کی معرفت نہیں منگاؤں گا -

اور کوئی امر لائق گوش گذارش نہیں، سب خیریت ہے -

یہاں کے نئے حالات یہ ہیں کہ دو ہفتوں سے گلی
کوچوں میں " ایشاسون حرب قہراسوں دشمنلر زندہباد "
جنگ قہر بر دشمناں کی صدائیں بلند ہیں - آج نہیں تو کل
بلقان سے جنگ شروع ہوجائے گی - قرہ طاغ Montenegro
سے جنگ ہورہی ہے -

جو شخص یہ دیکھنا چاہے کہ ترک کس وجہ سے
زندہ قوم ہیں اور عثمانیوں کی ملت میں حیات اور
زندگانی اور روح کیا چیز ہے اُس کو آج اسلامبول میں آکر
دیکھنا چاہئے -

ترک آج اپنی تواریخ میں سب سے بڑے امتحان کے لئے جارہے ہیں کیوں کہ اس جنگ کی پشت پر ایک اور جنگ ہے ' یعنی جنگ روم و روس' جس دن اس طرف سے (یعنی بلقان) فارغ ہو کر یہ فاتح ہو کر مراجعت کریں گے اُسی دن روس کی طرف سے اعلان جنگ ہو گا -

تمام یورپ بلا استثنا ترکوں کا دشمن ہے -

مگر اگر ان کو اس امتحان میں جاتے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام حقیقی جس سے ہم ناواقف ہوچکے ہیں کیا چیز ہے -

کس قدر خورد و کلاں طفل و بزرگ مرد اور عورت سب کو خوشی ہے - عید کے دن اس کی دسویں کسر رونق نہ تھی جتنی اسلامبول میں آج کل ہے -

ایک روز تمام شہر کی مجالس اور انجمنوں نے جن کی تعداد صدہا ہے جنگ کی خبر سن کر خوشی کے جلوس نکالے تھے' تمام شہر میدان سلطان احمد میں اُمنڈ آیا تھا اور لوگوں کے جوش کی کوئی حد نہ تھی - سہ پہر کو تمام جلوس حضور خلیفۃ اعظم سلطان الاعظم کی خدمت میں گئے - آپ کو جب خبر ہوئی تو ارشاد ہوا کہ محل کے دروازے تمام کھول دو اور سب کو اندر آنے دو ور خود تھوڑی دیر میں محل کے دریچہ میں تشریف لائے

اُس وقت جو ''پادشا ہم چوق لیشا'' (بادشاہ سلامت رہیں) کا نعرہ بلند ہوا ہے اس کی کیفیت بیان اور تحریر سے باہر ہے' لوگ خوشی اور مسرت سے دیوانے ہوگئے - جب کچھ ہوش آیا تو سب نے ''آزادی'' کا نغمہ گایا - حضور نے سلام کیا - دو ہفتوں سے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک فوجیں بلقان کی طرف جارہی ہیں - اس وقت تادم تحریر دس لاکھ فوج میدان میں اُتر چکی ہے - وہ البانی جو ہمیشہ حکومت کے راستے میں مشکلات ڈالنے کے لئے بدنام ہیں سب سے آگے گئے ہیں -

البانیوں کو بلقان کی ریاستوں نے پیغام دیا تھا کہ ہم یہ سب تمہاری آزادی اور تمہارے فائدے کے لئے کر رہے ہیں - البانیوں نے اپنے لیڈر درویش ہیما کے ذریعے جواب دیا کہ ہم اس امر کے متعلق صوفیہ اور بلغراد اور ستنجی اور اتھینہ پہنچ جانے پر بحث کریں گے -

سر عسکرت (محکمہ جنگ) میں ہر وقت ہزارہا ہزار سپاہی مسلح اور طیار ہونے کے لئے کھڑے ہیں - جب طیار ہوجاتے ہیں تو پہلا بگل بجتا ہے جس میں ان کو دعوت جنگ اور خلیفہ اور سلطان کی مملکت کے دشمنوں کی مدافعت کی عزت کی خوش خبری دی جاتی ہے' سب سپاہی ''پادشاہم چوق لیشا'' کے نعرے لگاتے ہیں - دوسرا بگل بجتا ہے' پھر نعرۂ سلامتی بلند ہوتا ہے' تیسرا بگل بجتا ہے اور سب اپنے خلیفہ اور بادشاہ کو دعا دیتے ہوئے

سر بکف شاداں اور مسرور روانہ ہوجاتے ہیں -

گلیوں کوچوں شارعوں پر لوگ صبح سے شام تک اور رات میں بھی ان غازیوں اور شہادت کے مشتاقوں کو مرحبا کہنے کے لئے کھڑے رہتے ہیں اور تمام قلوب سے ان کی نصرت کی دعا نکلتی ہے -

میں نے چند ملکوں کی فوج کو دیکھا ہے - بلقان کی فوجوں میں سے بھی بلغاری اور سربی فوج کو دیکھ چکا ہوں - ان کا تو کوئی تذکرہ ہی نہیں - انگریزی فوج بھی ناقص افواج میں شمار ہے - انگریزی طاقت محض بحری بیڑے پر مبنی ہے - جرمن فوج اس وقت دنیا کی بہترین فوج ہے -

جرمن فوج کے مقابلے میں ترکی فوج اگرچہ بلحاظ خوبی اسلحات و سامان اور لباس اور اشیاء ضروری کے بوجہ غربت کم ہے لیکن جو سپاہی اور اہل جبروت عثمانی عسکر کے افراد ہیں ان کو جرمنی نہیں پاسکتے - اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ جرمن فوج بہترین نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ جہاں تک دولت اور ذاتی قابلیت کے احاطہ میں تھا جرمنوں نے فوجی عظمت کے فوق السما کو پالیا ہے لیکن وہ مجاہدے کی روح جو ترکوں میں خاص ہے، وہ جنگ پرستی اور بہادری جو ان کے خون میں ہے، جرمنوں میں نہیں ہے - عثمانی فوج کا ہر سپاہی

طبعاً شیر ہے - جرملوں میں فن جنگ اکتسابی ہے ترکوں کی گھٹی میں جنگ پڑی ہوئی ہے -

چوں کہ جیسا عرض کر چکا ہوں محاربہ بلقان کے بعد جنگ روم و روس ہوگی' اس لئے ترک اس جنگ میں نہایت اقتصاد اور جزورسی سے لڑیں گے اور ہر طرح کی عجلت سے باز رہیں گے تاکہ جہاں تک ممکن ہو فوج دوسرے محاربہ کے لئے بھی چاق اور طیار حالت میں رہے اور خستہ نہ ہو جائے -

سربیا کے خلاف محمود شوکت پاشا نے کمان لی ہے - یہ اس وقت یورپ کے مشاہیر میں سے ہیں - اور فن جنگ کے مشہور شاطر ہیں - ان کا قول ہے کہ جنگ کا قاعدہ یہ ہونا چاہئے کہ بازی شطرنج کی طرح جس وقت قائم کماندان نے اپنے مورچوں اور لشکر کو اس طرح سے قائم کردیا کہ مفتوح زچ ہوگیا اور کوئی راہ نہ رہی' جنگ کو ہر دو فریق کو بلا لڑے ختم مان لینا چاہئے -

جب انہوں نے تقسیم (Taxim) کی لڑائی فتح کی ہے یعنی سلطان عبدالحمید کو شکست دی ہے اور تخت سے اُتارا ہے تو اس خوبی سے عمل کیا کہ تمام اہل شہر بطور تماشہ کے جنگ کو دیکھ رہے تھے -

فوج عثمانی چار حصوں میں منقسم کی گئی ہے'

ہر ایک حصہ دوسرے حصے سے آزاد ہے - ایک بلغاریہ کے خلاف، ایک سرویا کے، ایک قرہ طاغ کے، ایک یونان کے -

چاروں حصوں میں ایک ایک کمان داں ہے - یہ چاروں کمان داں ناظم پاشا کے ماتحت ہیں -

غرض سلطان المعظم نے جو تمام افواج کے سردار ہیں اپنا منصب ناظم پاشا کو تفویض کردیا ہے- وہ Generalissmo ہوں گے اور قسطنطنیہ سے جنگ کے متعلق احکام جاری کریں گے -

اُن کے ماتحت چار کمان داں علحدہ علحدہ ہوں گے- وہ اپنے حلقوں میں رہیں گے اور ناظم پاشا کے حکم کے مطابق عمل پیرا ہوں گے - غرض جنگ قسطنطنیہ سے Conduct ہوگی -

کل سہ پہر کو حضور جلالتمآب سلطان المعظم خاقان الاعظم سرعسکرت (وار آفس) تشریف لائے تھے کہ رضاکاروں Volunteers کو رخصت فرماویں -

لاکھوں آدمی رضاکار بن کر گئے ہیں -

اس وقت ہر چار عثمانیوں میں سے ایک برائے جنگ جا چکا ہے - خلائق کا ازدحام تھا - حضور معمولی سپاہی ''نفر'' کی وردی میں آئے تھے - حضور کو اس

وردی میں دیکھ کر سپاہیوں کی جو حالت ہوتی ہے
اُس خوشی اور عزت کو انھی سے پوچھنا چاہئے -

چہرۂ ہمایوں سے اطمینان اور قلبی خوشی کے آثار نمایاں تھے - تمام سپاہیوں اور رضاکاروں کو '' اے ہماری اولاد '' کے الفاظ سے خطاب فرمایا -

تھوڑی دیر کے بعد روانگی شروع ہوئی - حریت اور '' سلطان سلامت رہیں'' کے ترانے بجنے لگے - سپاہی تمام ساز و سامان سے لدے ہوئے ہاتھوں میں بندوقیں پہلوؤں میں تلواریں پیٹی میں کارتوس' کمر پر کھانے کے برتن کمبل اور اور ضروری چیزیں ایک طرف پانی کا فلزئی مشکیزہ دوسری طرف کچھ کھانا پے در پے قدم مارتے چلنا جس طرح کوئی مشین حرکت کرتی ہے - حضور اقدس کے سامنے آنے پر ہاتھ سے سلام کرتے جاتے تھے (ترکی فوج میں پادشاہ انور کو اس طور سلام کرتے ہیں) افسر برہنہ تلواریں ہاتھ میں سپاہیوں کی طرح لدے ہوئے تھے مگر ان کا بوجھ کاغذات' دوربین اور ضروری اشیاء کا تھا - حضور کے سامنے آنے پر شمشیر کو سربسجود کردیتے تھے -

لا اله الا الله	اس کے بعد علم مبارک آیا -
محمد الرسول الله	اس سنجاق اسلام کا رنگ سرخ ہے

اور '' کلمۂ لااله الاالله محمدرسول الله '' - دونوں جانب سنہری تحریر ہے اور اوپر ہلال آویزاں ہے - فوراً حضورنے

علم کو سلام کیا، تمام کمانڈانوں نے اور ناظم پاشا نے سلام کیا۔ تمام باجوں نے ایک دم ایک مذہبی ترانہ شروع کردیا۔ تمام فوجی افسروں نے تلواروں کو سجدے میں جھکا دیا۔ تمام مرد اور عورتیں جو بیٹھے تھے کھڑے ہوگئے اور تمام مخلوق نے علم کو سلام کیا۔

بادشاہ نے فوج کو خدا حافظ کہا اور ''نصر من اللہ وفتح قریب'' کہہ کر رخصت کیا۔

غرض یہ شرف اسلام کو سنبھالنے والے، تمام دنیا کے پس افتادہ مسلمانوں کی عزت کو قائم رکھنے والے، یہ دارالخلافت اسلام کے فرزند، یہ کعبۂ خدا اور کعبۂ رسول کی محافظت کرنے والے اس طور پر میدان جنگ کو سدھارے۔ اگر خدا ہے اور بیدار ہے سوتا نہیں تو یہ جلد بلقان کے تمام پایہ تختوں کو فتح کر کے سینٹ پیٹرسبرگ کو فتح کرنے کے لئے مراجعت کریں گے۔

یہ حالات محض آپ کی اطلاع کے لئے تحریر کرتا ہوں۔ اگر کسی رسالے وغیرہ میں لکھنے کا خیال ہوگا تو آئندہ تحریر کروں گا اور اطلاع دوں گا۔

حضور امی جان مکرمہ مدظلہا کی خدمت میں دست بستہ آداب عرض ہے اور سب کو ماوجب پہنچے۔

زیادہ حد ادب

عبدالرحمن

روما ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۲ع

عالی حضور قبلہ و کعبہ ام مکرم محترم مد ظلہ العالي

آداب - بعد صد آداب کے گذارش ہے - الحمد للہ میں بخیریت ہوں اور اُمید ہے کہ بحصول عریضہ مزاج عالی بہمہ وجوہ بسلامتی ہوگا اور جملہ خورد و کلاں مع الخیر خوش و خرم ہوں گے -

اُمید ہے کہ جو عریضہ یونان کے ساحل سے جہاز پر سے ارسال کرچکا ہوں پہنچا ہوگا - جب جہاز برنڈسی پہنچا تو چونکہ برنڈسی میں کوئی شے قابل دید نہیں ہے قیام کئے بغیر ریل میں سوار ہوکر نیپلز پہنچا -

نیپلز (Naples) روما کے بعد اطالیہ میں سب سے عمدہ اور خوبصورت شہر ہے - مگر جو چیز سب سے زیادہ مشہور اور قابل دید ہے وہ شہر پمپئی (Pompey) کے آثار ہیں جو صدیوں کے بعد اس زمانے میں کھود کر نمودار کئے گئے ہیں - جیسا کہ آپ کو علم ہے یہ شہر بسا بسایا کوہ وسوویس (Visovious) کی آتشباری میں لاوا اور خاکستر میں دب گیا تھا - شہر کا معتدبہ حصہ کھد چکا ہے مگر ہنوز بہت باقی ہے جس کو غالباً ایک اور

صدی میں کھود پائیں گے - سب سے عجیب اور عبرت انگیز منظر گل بستہ مردوں اور عورتوں کی لاشیں ہیں جو جوں کی توں مٹی کے اور لاوا کے کفن میں لپٹی ہوئی سالم رہ گئی ہیں - شہر کی خوبی کسی جدید شہر سے کم نہیں - پمپئی کا شہر بیشتر خاکستر میں دب گیا تھا - لاوا اس پر سے بہت کم گذرا ہے اس کے علاوہ ایک اورشہر تھا جس پر اب نیپلز کا ایک حصہ تعمیر ہے - اس کا نام ہرکولینیم (Herculanium) تھا - یہ تماماً لاوا میں دب گیا تھا اور چوں کہ خشک لاوا پتھر ہوتا ہے اس کو کھود کر نکالنا ناممکن ہے - صرف ایمفی تھیٹر (تماشہ گاہ) کو سرنگ بنا کر اندر ہی اندر کہیں کہیں سے نمودار کیا ہے اور زیر زمین جاکر بہت عمق میں ان ظاہر شدہ حصوں کو دیکھ سکتے ہیں - فاعتبرو یا اولی الابصار -

وہ شہر پمپئی کا تباہ کرنے والا کوہ آتش فشاں وسوویس نیپلز سے قریب ہی ہے - اب یہ تقریباً خاموش حالت میں ہے مگر کبھی کبھی دھواں اس سے اب بھی نکلتا ہے - اس کے قریب تک بھی گیا مگر زیادہ قریب جانا ممکن نہیں -

مگر وسوویس حقیقت میں آتش فشاں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے - ایک اور حصے میں جو اس کی قدیم مشتعل شدہ چوٹی سے دور اور شہر سے قریب ہے ایک اور پہاڑ ہے جس کو سلفرتارا (Sulphurtara) کہتے ہیں - یہ

حقیقت میں دنیا بھر کے عجائبات میں ہے - اس پہاڑ آتش فشاں کی جوالامکھی Crater کے اندر جاسکتے ہیں اور یہ جوالامکھی محض آثار نہیں بلکہ بیدار حالت میں ہے -

یہ جوالامکھی طول اور عرض میں تمام بابو محلہ قدیم اور جدید کے برابر ہے - چاروں طرف پہاڑ پیالے کی طرح ہے اور بیچ میں میدان ہے - زمین کی کیفیت یہ ہے کہ خاک کی بجائے گندھک ' سم الفار یا سنکھیا اور لاوا سے مرکب ہے - جابجا زمین میں رخنے بہتے ہوئے ناسوروں کی مثال ہیں جن میں سے خاک آلود پانی یا کیچڑ اُبل اُبل کر بہتا ہے - جابجا زمین سے دھواں اُٹھتا ہے - تمام زمین گرم اور تپتی ہوئی حالت میں ہے - ایک خاص حصے میں جہاں بہت زور ہے سنکھیا' گندھک' اور لاوا اُبل اُبل کر نکلتا ہے گویا مائع آتش کی حالت میں ہے - اس جگہ پر اگر کوئی چیز جلائی جائے تو تمام جوالا مکھی سے دھواں اُٹھتا ہے - چنانچہ جب ایک اخبار جلایا گیا تو ایسا معلوم ہوا گویا تمام جوالا مکھی میں آگ لگی ہے اور آتش فشانی شروع ہونے کو ہے - یہ میری رائے میں سب سے زیادہ قابل دید شے تمام اطالیہ میں ہے -

ایک جزیرہ کاپری نامی نہایت خوبصورت ہے- اس میں ایک پہاڑی راستہ ہے جس میں جب آفتاب چمکتا ہے تو چاندی اور سونے کے رنگ پانی میں نظر آتے ہیں اور نہایت دلفریب معلوم ہوتے ہیں -

شہر میں ایک نہایت عمدہ پارک ہے جس میں بہت سے نفیس مرمر کے مجسمات استادہ ہیں - عجائب خانے پمپئی کی اشیاء کی وجہ سے مشہور ہیں -

دو روز قیام کر کے تمام ضروری اشیاء کو دیکھ کر روم آیا ہوں ایک دن سیر کر چکا ہوں- ایک دو روز اور دیکھ کر یہاں سے وینس (Venice) جاؤں گا - فلارنس کا قصد چھوڑ دیا ہے کیوں کہ تاخیر کا خیال ہے - وینس سے جرمنی اور وہاں سے لندن جاؤں گا -

اُمید ہے کہ بحصول عریضہ مزاج گرامی بہمہ وجوہ بسلامتی ہوگا اور سب طرح خیریت ہوگی -

خطوط انشاءالله وینس میں ملیں گے اور بفضلہ اُمید ہے کہ بہمہ وجوہ خیریت ہوگی -

جنگ بلقان کی کوئی صحیح خبر نہیں - یہاں کے اخبار سخت اندیشہ ناک خبریں شائع کر رہے ہیں الله تعالیٰ ناصر اور معاون ہو -

اتنا معلوم ہے کہ ادرنہ (ادریا نوپل) میں ایک بہت بڑی لڑائی ہو گی اور اس کے انجام پر مسلمانوں کا مستقبل مبنی ہے - الله مسلمانوں کا حامی اور مددگار ہو -

روشن آرا اور بشیر الدین کی کیفیت صحت سے بھی

اطلاع دیجئے، ہمیشہ ان کی جانب سے تشویش رہتی ہے -

اور سب حالات بدستور ہیں - حضور امی جان مکرمہ مد ظلہا کی خدمت میں آداب - سب کو ماوجب-

زیادہ حد ادب

عبدالرحمن

(۱۰)

وینس اطالیہ، یکم نومبر سنہ ۲۱ء

عالی حضور قبلہ وکعبہ ام مکرم محترم مد ظلہ العالی

آداب دست بستہ گذارش ہے -

یہاں پہنچ کر تین ہفتوں کے والا نامجات یکجا موصول ہوئے - سب سے خیر وعافیت اور سلامتی مزاج وہاج دریافت ہوکر اطمینان ہوا اور خوشی حاصل ہوئی - الحمدللہ میں بھی بخیریت ہوں - آج یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور یہاں سے انشاءاللہ براہ راست ایک روز میں فرائی برش پہنچ جاؤں گا، وہاں نام درج کرنے پر جو ہر ششماہی کے آغاز پر حسب دستور لازمی ہے، وہاں سے لندن روانہ ہو جاؤں گا -

اُمید ہے کہ بحصول عریضہ جملہ خورد و کلاں بخیر

ہوں گے اور ہر طرح خیریت ہوگی -

عبدالولی خاں کی نسبت جو آپ نے دریافت فرمایا ہے، اسلامبول میں میر عبدالولی خاں سے ملاقات ہوئی تھی، یہ ہندوستان کے دو اخباروں زمیندار، کامریڈ کی نامہ نگاری کرتے تھے اور چوں کہ انہوں نے جہاد طرابلس میں جانے کے لئے عرضی دے رکھی تھی اس لئے اُن کی فوجی افسروں تک رسائی وغیرہ تھی -

چنانچہ ان کی درخواست منظور ہوگئی اور چوں کہ آخری دن یہ مجھے بلا کر اپنے ہمراہ محکمہ حربیہ (War Office) میں لے گئے تھے اور اتفاقاً ترجمان سرکاری اس وقت کوئی موجود نہ تھا، ناظم پاشا وزیر جنگ کے اسٹاف افسر کے اور ان کے درمیان میں ترجمان ہوا، ان کو 'درنہ' غازی انور بے کے پاس روانہ کیا گیا اور سات سو پچاس روپے -/750 (-/50£) زادراہ کے طور پر دئیے گئے - اور اور ہدایات زبانی کی گئیں -

دو روز بعد یہ روانہ ہوگئے -

اب اللہ جانے کہ جہاد پر گئے یا خدا نخواستہ ترکوں اور اُن کی سلطنت کو دھوکا دیا - ظن المومنین خیرا -

اس کے علاوہ ان کی موجودگی کے زمانے میں ہی یہ مضمون جو زمیندار میں درج ہے اسلامبول کے اخبار صباح

نے شائع کیا تھا مگر جیسا کہ (یملی ہے) ایڈیکانگ وزیر اعظم نے اُسی روز جس دن مذکورۂ بالا گفتگو ہوئی تھی کہا، وزیر اعظم پاشا کے نام بہت سے تار ہندوستان سے تردید میں آگئے تھے جن میں درج تھا کہ یہ در حقیقت مجاہد اسلام اور محب ملت ہیں اور اُن کو اطمینان ہوگیا تھا - واللہ اعلم بالصواب -

مگر ان کی مالی حالت یہاں بھی درست نہیں تھی تاہم مجھ کو کسی قسم کا دھوکا نہ انہوں نے دیا اور نہ کوئی ایسا موقع ہی ہوا -

مجھے خود اس امر کے دریافت کی کاوش ہے کہ آیا یہ در حقیقت طرابلس گئے یا نہیں -

عید قسطنطنیہ میں بھی یوم جمعہ ہی کو ہوئی تھی -

انشاءاللہ فرائی برش یا لندن پہنچنے پر اپنی تصویر کھنچواکر روانہ کروں گا - جیسا تھا ویسا ہی ہوں - صحت الحمدللہ اچھی ہے -

صحیفۂ گرامی مرسلہ ۲-۱۰-۱۲ میں حضور نے خطوط کے وقت پر نہ پہنچنے کی شکایت کی ہے - حقیقت یہ ہے کہ اسلامبول کے قیام کے زمانے میں میں شب و روز پھرتا ہی رہتا تھا اس لئے اکثر ترسیل خطوط میں بے ترتیبی ہوتی رہی - اُمید ہے کہ اُس کے بعد خطوط ہر ہفتہ

پہنچتے رہے ہوں گے -

امید ہے کہ چندو میاں کا اجازت نامہ لاہور سے آگیا ہوگا اور مع الخیر علی گڈھ ہونگے -

خان بہادر امام شریف صاحب کے انتقال کی خبر پڑھ کر نہایت ہی رنج و افسوس ہوا - انا للہ وانا الیہ راجعون - بہت خوب آدمی تھے - خدا اُن کو غریق رحمت کرے -

میرا قصد تھا کہ چار پانچ مستقل مضامین انگریزی میں ترکی کے متعلق کامریڈ میں اقتصادی، علمی، سیاسی مذہبی حالت پر لکھوں مگر اس جنگ نے سب لکھے لکھائے مضامین بیکار کر دئے اور سوائے اس کے کہ اُن کو جلا کر اُن کا تماشا دیکھتا کچھ نہ کر سکا - حقیقت میں بلقان اور یورپ نے ثابت کر دیا کہ خدا نے کم از کم حال فی الحال مسلمانوں کو چھوڑ دیا ہے -

واللہ باللہ ترکوں کا شکست کھانا صرف ایک حادثۂ الہی ہے ورنہ اب بھی میں پھر وہی کہتا ہوں کہ جہاں تک عالم اسباب کو دخل ہے، اب بھی ترکوں کی فوج میں پانچ بلقان کی قوت موجود ہے -

اب مسلمانوں کی وہ حالت پہنچ گئی سمجھنا چاہئے جو بنی اسرائیل کی تھی - نصرانیت نے اسلام اور

الحاد نے مذہب کو شکست اور شکست فاش دی۔

اب مسلمانوں کا مجموعی طور پر یا فرداً فرداً زندہ رہنا بے شرمی اور بے حیائی سے زیادہ نہیں۔

عمائدین، شیخ الاسلام وغیرہ کی ملاقاتوں میں کوئی خاص دلچسپ بات نہ تھی جو تحریر کرتا۔ شیخ الاسلام کی ملاقات پر بھی ایک مضمون لکھا تھا وہ بھی تلف کر دیا۔

اب تو یہ کیفیت ہے کہ ایک ہفتہ بھر سے شب میں نیند بہت کم آتی ہے۔ جب دن میں اطالیوں کی صورتیں دیکھتا ہوں تو اور زیادہ جلوں پیدا ہوتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں چلا جاؤں جو آرام نصیب ہو۔ الٰہی! 'کہاں میں جاکر رہوں کہ مجھ کو سکون حاصل کوئی گھڑی ہو'

جو مضمون میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کئے تھے وہ تمامتر سرسری تحریریں تھیں جن کی عبارت ازسرتاپا غلط ہے اور جن کے نفس مضمون میں بھی کامل صحت کے لئے از حد تبدیلی کی حاجت ہے اور وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ آپ اُن کو کسی کو دکھائیں۔ محض اطلاع دہی کے لئے عجلت میں اُن کو لکھا گیا ہے۔ یہی حالت اُس کے بعد سفروں کے متعلق خطوط کی ہے۔

نیپلز تک مختصر حال لکھ چکا تھا۔

نیپلز سے روما آیا اور روما میں دو دن سے کچھ بیشتر قیام کیا -

روما میں قدیم اہل روما کے آثار دیکھے - چوں کہ قرون وسطی میں جب یورپ کا زمانۂ جہالت تھا اور کلیسا کے استبداد نے ہر غیر عیسوی شے کو ممنوع کر رکھا تھا ' اہل روما کے تمام معبد تباہ کر دئیے گئے تھے اور ان کے پتھروں سے کلیسا تعمیر کر لئے گئے تھے اس لئے یہ آثار بہت زیادہ نہیں ہیں -

چند عمارات ہیں جو مختلف وجوہات سے بچ رہی ہیں - بادشاہوں کے چند مجسمات ہیں جن کو اس وجہ سے یا اس اشتباہ میں کہ یہ قسطنطین (اول عیسائی بادشاہ روما) یا اس کے عیسائی جانشینوں سے متعلق ہیں' سلامت رہنے دیا ہے - علاوہ ازیں بیشتر بت اور سنگین تصاویریں ہیں جو زیر زمین مدفون ہوجانے کے باعث بت شکنوں کے دست تعدی سے بچ رہی ہیں - یہ اشیاء اب عجائب خانوں میں محفوظ ہیں -

قدیم عمارات میں ایک عمارت کیپٹل (Capital) کی ہے' اس کا صرف چبوترہ باقی رہ گیا ہے -

اس سے آگے بڑھ کر قدیم فورم (Forum) کے آثار شکستہ ہیں - اس میں مختلف عدالتوں کے ایوان ہیں - چاروں

کونوں پر چار معبد گاہوں کے ستون اب تک شکستہ اور ریختہ حالت میں استادہ ہیں -

بیچ میں شارعات ہیں جن کے کناروں پر ستون قایم ہیں جن پر ایک زمانے میں مشاہیر روما کے مجسمات نصب تھے -

ایک طرف وہ جگہ ہے جہاں پر مارک انٹونی نے جولیس سیزر کی لاش پر تقریر کر کے ملک میں بغاوت برپا کردی تھی اور سلطنت جمہوریہ کا خاتمہ کر دیا تھا -

ان آثار سے آگے قولصیم (Colosium) ہے - یہ قدیم اہل روما کی تماشا گاہ تھی - یہ مدور شکل میں ہے - اس کی وسعت کا اندازہ نہ پوچھئے - اس پر تمام وکمال اندر و باہر سنگ مرمر کی تہ تھی مگر اب مرمر تمام دستبرد وقت سے ضائع ہو گیا ہے - نیچے کی جانب درندوں اور غلاموں کے باہر لائے جانے اور اندر لے جانے کے راستے ہیں - سامنے بادشاہ کی نشست ہے - اس سے اوپر مقدس دوشیزگان (Vestal Virgins) کی نشست گاہ ہے - وعلیٰھذا اوپر تک بیٹھنے کے مقامات مقرر اور علحدہ علحدہ ہیں - چھت ضائع ہوچکی ہے -

یہاں پر اہل روما شیروں اور درندوں کی آپس میں، شیروں اور درندوں کی غلاموں سے اور غلاموں کی

آپس میں جنگ دیکھنے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے اور
جب تک درندہ یا غلام یا غلاموں میں سے ایک مر نہ
جاتا تھا جنگ جاری رہتی تھی -

یہ عمارت حقیقتاً میں عجائبات فن تعمیر سے
ہے - قدیم عمارات میں سے اور ایک قابل تذکرہ کار کلا
بادشاہ کے حمام ہیں - اُن کی بلندی عظمت اور خوبی
بیان سے بالا ہے -

طرز تعمیر روما کا یوں سمجھنا چاہئے کہ یونانی ہے
مگر انہوں نے قوس اور محراب کے استعمال کو زائد کر کے
ایک خاص طرز اپنا پیدا کرلیا ہے جو اب ان سے منسوب ہے -

روما میں شاہی محل کو دیکھا - عمارت باہر سے
ازحد ردی ہے، اندر سے خوب آراستہ و پیراستہ ہے، سرخ،
زرد، آسمانی، گلابی، رنگوں کے کمرے ہیں جن میں ہر چیز
انہی رنگوں کی ہے -

جدید عمارات میں سب سے قابل ذکر ایاپطرس
St. Peter کا کلیسا ہے جو کلیسائے پوپ کا سب سے بڑا
گرجا اور تمام دنیا میں سب سے بڑا مسیحی معبد ہے -
یہ ایا صوفیہ جامع سے دگنے سے زیادہ اور لندن کے ایا پال
St. Paul سے بڑا ہے - اس کی عمارت کی شان اور خوبی
حقیقت میں یورپ اور کلیسائے روما کی امارت پر گواہ

ھے - اس کے اندر سیکڑوں مرمر کے مجسمات ھیں جن میں سے ھر ایک کی قیمت لاکھوں روپئے ھے - تمام سنگ مرمر کی عمارت ھے، جابجا سونے کا کام ھے -

اس جگہ جہاں یہ گرجا قائم ھے پطرس کو قتل کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس انتقام کے لئے قدیم اھل روما کے خدا (مریخ) کے بت کو پگھلا کر پطرس کا بت بنایا ھے جو گرجا میں رکھا ھے - تمام عیسائی اس کے پیر کو بوسہ دیتے ھیں - بوسہ دینے سے یہ پیر آدھے کے قریب گھس گیا ھے -

اس گرجا کے عقب میں Vatican ھے جہاں پوپ رھتا ھے -

واتی‌کان میں دنیا میں ایک مشہور ترین عجائب خانہ ھے جہاں قدیم اھل روما کے مجسمات وغیرہ ھیں - اس کو دیکھا اور حسب تعریف پایا -

پوپ اپنے آپ کو اطالیہ میں مقید تصور کرتا ھے اور حکومت اطالیہ سے برسر صلح نہیں ھے - چنانچہ واتی‌کان میں پوپ کے اپنے سپاھی اور گارد والے ھیں جن کی وردی وغیرہ بالکل علحدہ ھے - مگر وہ اس وردی میں واتی‌کان سے باھر نہیں آسکتے - اسی طور کوئی سرکاری افسر یا سپاھی وردی میں جو سرکاری آدمی ھونے کی علامت ھے، واتی کان

میں قدم نہیں رکھ سکتا۔

یہ ناموافقت عرصے سے یوں ھی چلی آتی ھے -

ایک اور نہایت قابل دید شے بادشاہ موجودہ کے دادا کا بت ھے جو ازحد بلند اور شاندار بنایا گیا ھے - سینٹ پیٹر کا گرجا اور یہ بت دو ایسی تعمیرات ھیں جو زمانۂ مستقبل میں موجودہ اطالیہ کی یادگار رہ جائیں گی -

اس کے علاوہ سینٹ پال کا گرجا ھے جہاں سینٹ پال کو قتل کیا گیا تھا - یہ ایک مرتبہ آتشزدگی سے تلف ھو گیا تھا اب دوبارہ بنایا جارھا ھے اور نہایت شان دار ھے - اس میں چھہ ستون الاباسٹر (Alabaster) کے ھیں جو محمد علی خدیو مصر نے تحفۃً پوپ کو دئے ھیں -

روم نہایت پر رونق شہر ھے - موجودہ زمانے میں فنون لطیفہ کے لئے مشہور ھے - یہاں فن موسیقی اور مجسمہ سازی اور مصوری کے بہترین مدارس ھیں - یہاں کے جدید فن مصوری کی اکیڈمی کو بھی دیکھا اور خوب پایا

روم سے میرا قصد فلورنس کا تھا مگر وقت کی قلت کی وجہ سے ارادہ ترک کرنا پڑا - روم سے سیدھا وینس آیا -

یہ شہر بھی روما کی طرح ایک بڑی عظیم الشان حکومت کا پایۂ تخت رہ چکا ھے -

مگر جس وجہ سے یہ ملکۂ امصار کہلاتا ہے وہ یہ ہے کہ شہر وینس معہ گرد و نواحات کے ایک سو تیس کے قریب چھوٹے چھوٹے قریب قریب واقع شدہ جزیروں سے بنا ہے - چنانچہ اس شہر میں بجائے شارعات کے نہریں ہیں اور ایک مکان سے دوسرے مکان میں جانے یا ایک طرف سے دوسری طرف گزرنے کے لئے کشتی یا پل پر سے جانا ضروری ہے -

ہر مکان کے سامنے ایک کشتی استادہ ہے اور لوگ ہر وقت اِدھر اُدھر کشتیوں میں آتے جاتے ہیں -

کشتیاں سرکاری حکم سے تمام ایک خاص نمونے پر بنائی گئی ہیں اور سب کا رنگ سیاہ ہے -

اس کی کیفیت حقیقتاً دیکھنے سے متعلق ہے بیان میں نہیں آسکتی - دیکھنے کی اور چیزیں یہاں پر بعض کلیسا ہیں اور دو ایک محل ہیں مگر آج کل یہاں ایک یورپی بین الاقوامی (International) مصوری اور مجسمہ سازی کی نمائش ہو رہی ہے جو کمال دلچسپ ہے -

ایک اور چیز جو یہاں پر دیکھی وہ شیشہ سازی کے کارخانے ہیں - وینس کے شیشہ ساز دنیا بھر میں مشہور ہیں - تمام کام ہاتھ سے ہوتا ہے اور دم شیشہ ساز تن بلور میں مسیحائی کا کام کرتا ہے اور جو شکل چاہتا ہے شیشے

بجانا، نہ جانتا ہو - زندگی زندہ دلی کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ باوجود ایسی سخت محنت کرنے کے جس کا ہندوستان جیسی گرم آب و ہوا میں رہنے والوں کو کوئی اندازہ نہیں، یہ لوگ ہمیشہ صحیح البدن رہتے ہیں - جو آدمی یہاں ان چیزوں سے ناواقف ہو اس کو ہر شخص تعجب سے دیکھتا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوسکتے ہیں -

میرے خیال میں اس کے متعلق اتنا لکھنا کافی ہوگا کیوں کہ تم جیسے رسا دماغ کے لئے اشارہ ہی کافی ہے - مگر پھر مکرر یاد دلاتا ہوں کہ میزان اور تعدیل کا خیال رہے - اگر صرف جسم بن گیا تو محض حیوان ہے اور اگر جسم نحیف رہ گیا تو ناقص انسان ہے - اصلی معیار اور مثالیہ کامل انسان کو سمجھنا چاہئے جس کی تعریف میں اس سے قبل کرچکا ہوں

اب رہی دماغی تعلیم سو پیارے بھائی! اس میں ہندوستان کے لوگ سخت بد قسمت ہیں - ایسی بے ربط اور ناقص تعلیم سے جیسی کہ اسکولوں میں ہے سوائے اس کے کہ دماغ کو نقصان پہنچے کوئی فائدہ نہیں - تاہم چونکہ اس سے گریز ناممکن ہے اور بلا اس کے کوئی چارہ اور مفر نہیں ہے اس کا حصول لابدی ہو گیا ہے - اچھے امتحانات کے پاس کرنے میں کوشش اس لئے لازمی ہے -

مگر زیادہ کوشش یہ ہونی چاہئیے کہ وقت کا بیشتر حصہ سب سے پہلے انگریزی زبان کے حاصل کرنے میں صرف کیا جائے کیوں کہ' نظر بر حالات' اس کا فائدہ مستقل اور اس کا علم مفید ہے - اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انگریزی کی سہل اور آسان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے - مگر اپنی استعداد سے زیادہ مشکل کتاب ہرگز نہ پڑھنی چاہئیے - ایسا کرنا بالکل ایسی ہی غلطی ہے جیسے کوئی آدمی اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھالے اور اپنے جسم کو نقصان پہنچائے - مضامین کے لحاظ سے اس مضمون کی کتابیں بیشتر دیکھنا چاہئیں جس میں دلچسپی ہو اور جس کی آئندہ تعلیم حاصل کرنے اور جس میں مہارت اور قابلیت کے حصول کا خیال ہو مگر علاوہ بریں ہمیشہ کچھ کتابیں قصوں اور کہانیوں کی بھی دیکھتے رہنا چاہئے اور عمدہ ناولوں کا مطالعہ کرنا چاہئے - اس ملک میں آج کل یہ کوشش ہے کہ جملہ علوم وفنون کے مسائل کو ناولوں میں بیان کیا جائے تاکہ پڑھنے میں دلچسپی ہو اور علوم کو فروغ اور اشاعت ہو - گو علم کی پری کا اس شیشے میں اُتارنا آسان نہیں تاہم طبائع کا رجحان اسی طرف ہے -

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی انسان جب تک کہ اپنی قومی اور ملکی زبان کا ماہر نہ ہو باوجود ہمہ علم وقابلیت ''چار پائے برو کتابے چند'' کا کم و بیش مصداق

ہے - ہم ہندوستانیوں کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم میں سے کوئی انگریزی زبان میں ملٹن یا شیکسپیر کا پایہ حاصل کرسکے مگر ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ ہم غالب اور اقبال کے درجے کو پا جاویں - اگر کوئی علمی فتوحات ہم سے ممکن ہیں تو اپنی زبان ہی میں ممکن ہیں - اور ہماری تعلیم کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ہم اردو سے ناواقف رہتے ہیں، پس اگر اس کمی کو نجی طور پر پورا نہ کیا جائے تو تمام تعلیم اور کوشش اور جد و جہد علمی بیکار ہے - یہ ایک ایسی محنت ہوگی جو کبھی بار آور نہ ہوگی -

فرصت کے اوقات میں اردو کی معقول تصنیفات جن کی گواہی سرسید، مولانا حالی، شبلی، نذیر، آزاد، غالب، اقبال، انجمن ترقی اردو، اردو کانفرنس وغیرہ کے ناموں سے لی جاسکتی ہے، غور سے مطالعہ طلب ہیں -

گفتگو میں ہمیشہ پاک اور غیر ملوث زبان بولنی چاہئے مگر تحریر میں غیر زبان سے مدد لینا میری رائے میں تو بمنزلہ کفر کے ہے -

تیسری بات یہ ہے کہ گو فارسی ہمارے مدارس کی تعلیم میں شامل ہے مگر ہم اس کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے - کچھ مولوی صاحب کی نیکی، کچھ اردو کی واقفیت کی وجہ سے فارسی کی واقفیت، ان سب کے باعث

امتحان میں کسی طرح نکل جاتے ہیں - پھر کیا تھا اپنے آپ کو بزعم خود فارسی داں سمجھ لیتے ہیں - ہمارا فرض ہے کہ اس زبان کے حصول کی جانب سخت کوشش کریں اس وجہ سے کہ یہ مشکل نہیں اور سوائے فرانسیسی کے دنیا کی سب زبانوں میں شیریں ہے -

چوتھا مضمون جو تمہارے آئندہ ارادوں کے لحاظ سے ضروری ہے ریاضی ہے، چوں کہ میں اس میں ہمیشہ پھسڈی تھا میری رائے اس کے مطالعے کے طریقے کی نسبت کسی کام کی نہیں ہوسکتی - مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس میں تم جس قدر کوشش کرو کم ہے - جتنا زیادہ جانوگے اتنا ہی آئندہ تعلیم میں کام آئے گی - بالخصوص علم مساحت (ملسوریشن) - علم مساحت عملی (پریکٹیکل ملسوریشن)، علم مثلث و مخروط (ٹریگنومیٹری)، علم جرثقیل (میکینیکس)، علم الماء (ہائی ڈارلکس) وغیرہ کے متعلق ریاضی میں کامل واقفیت لابدی ہے - سب سے ضروری دو باتیں ہیں: اول یہ کہ ریاضی میں مشق ضروری ہے دوسری پہلی بات کو سمجھ کر دوسری بات شروع کرنا چاہئے -

مگر ایک نہایت ضروری پہلو ابھی رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آئندہ اعلیٰ انجینئری تعلیم کا قصد ہے تو اپنے اوزاروں کے شوق کو نہ صرف جاری رکھو بلکہ بڑھئی اور لوہار کا کام جس درجہ ہندوستان میں سیکھا جاسکتا ہے

سیکھ لو ازحد مفید ہو گا - یہاں انگریزوں کے لڑکے جب انجینرنگ میں شامل ہوتے ہیں تو ریاضی میں ہندوستانیوں سے مقابلہ نہیں کرسکتے اس بارے میں ہندوستانی بڑھے رہتے ہیں مگر جب مشینوں کے سمجھنے کا معاملہ آتا ہے اور بڑھئی اور لوہار کی ادنیٰ اور اعلیٰ باتوں کے علم کے متعلق سوال ہوتا ہے تو بیچارے ہندوستانی ایک لفظ نہیں جانتے اور انگریز بچے بن سمجھے سب کچھ پہلے سے جانتے ہیں - اگر کچھ عرصے یہ دونوں کام سیکھ لوگے تو پھر سوجھ خود بخود بڑھ جائے گی اور سیکڑوں ایسی باتیں معلوم ہو جائیں گی جو کتابوں کے مطالعے سے نہیں آسکتی ہیں -

رہے اور تمھاری تعلیم کے مضامین مثلاً جغرافیہ' تاریخ' قواعد' گرامر' یہ سب رطب و یابس ہیں - اتنا علم جتنا کہ ان کا پڑھنے سے ہوتا ہے ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا - جغرافیہ دنیا دیکھنے سے آتا ہے اور تاریخ صحیح کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتی ہے - لیتھبرج کو صحیح مان لینے سے سوائے اس کے کہ انسان اپنے بزرگوں پر اتہام باندھنے لگے اور جھوٹی تہمت لگانے لگے اور کچھ نہیں آتا - بہر حال جہاں تک امتحان کا تعلق ہے ان کو بھی داروئے تلخ سمجھ کر اور مضامین کے ساتھ نوش کرو - اور چارہ ہی کیا ہے !

اگر تم میرے بڑے ہوتے اور میں چھوٹا ہوتا اور یہ خط

تم مجھ کو لکھتے تو میں ضرور کہتا کہ وہاں جوں کہ خود سب مراحل طے کرچکے ہیں ناصح بن گئے ہیں - اگر خود کو کوئی یہ سب باتیں کرنے کو کہہ دیتا اور کر لیتے تو ہم بھی دیکھتے - مگر تم زیادہ سعادت مند ہو - جن باتوں کو قابل عمل پاؤ اور جن سے خود اتفاق کرو ان کی جانب کوشش کرو ' کیوں کہ زندگی کا حقیقی کار ساز خدا ہے تدابیر پر ہمیشہ تقدیر غالب ہے - انشاءاللہ جس راستے سے تم آؤ گے محافظ حقیقی اپنے سایۂ عاطفت میں بحفاظت تم کو ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچا دیں گے ہمیشہ میری یہی دعا ہے -

مجھے حقیقت میں فرصت کم رہتی ہے اس لئے اگر خطوں کا جواب دینے میں توقف ہو یا تاخیر ہو تو قابل معافی ہے -

ستارہ بی ' زیب النسا کے خطوط نوروز کی مبارک باد کے موصول ہوئے - تم سب کے کارڈوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں - وکالتاً شکریہ میری جانب سے اُن تک پہنچا دو - اور کوئی بات قابل اطلاع نہیں ورنہ تحریر کرتا -

پیارے بھائی ! تیرا بھائی تجھ کو ہمیشہ یاد کرتا ہے اور ہمیشہ اس خیال سے خوش ہے کہ تو اس کے لئے نہ قوت بازو ہوگا بلکہ زندگی کا سب سے بڑا رفیق دوست ہوگا ' اور اُمید ہے کہ ہم دونوں اپنے ماں باپ کی خدمت

بجا لائیں گے -

یہ خط میں نے محبت کے جوش میں لکھ دیا ہے اگر کہیں کمی یا زیادتی ہو تو معاف کرنا - شاد باش، زندہ باش -

عبدالرحمن

(۱۲)

لندن، ۲۰-۴-۱۱

پیارے بھائی !

شاد باش، زندہ باش، تیرا محبت نامہ ملا جس سے جماعت میں اول آنے کا مژدۂ جاں فزا معلوم ہوا - جس قدر خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے - یہ کامیابی انشاءاللہ آئندہ کامیابیوں کی دلیل ہے اور تیری ہمت لیاقت اور کوشش اور خدا کی عنایت سے اُمید ہے کہ اب بفضلہ تو ہر امتحان میں سب سے اعلیٰ اور ہر مقابلے میں سب سے بالا رہے گا -

اپنی صحت اور جسمانی تعلیم کا ہمیشہ خیال رکھنا - اپنے آپ کو کتاب کا کیڑا نہ بنانا - میرے پہلے خط پر اوقات فرصت میں غور کرنا اور جہاں تک ہوسکے کتابی تعلیم سے زیادہ عملی تعلیم اور جسمانی تعلیم کی ہدایات

کو ضرور عمل میں لانا - منتخب اور بڑے لوگ وہی ہوں گے جو جسم اور روح دونوں کا مساوی خیال کریں گے - اللہ تعالیٰ تجھے ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھے اور اپنی جملہ نعمتیں تجھ پر مبذول فرماوے - آمین -

میں جلد کچھ کتابیں بھیجوں گا - مجھ کو ہنوز فرصت نہیں ہوئی، جب فراغت پاؤں گا تو فوراً تعمیل کروں گا -

اس خط میں اردو کتابوں کی فہرست روانہ کرتا ہوں جو امید ہے ضروریات کو کافی ہوگی -

قصص اور افسانوں کا مطالعہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس سے تخیل پیدا ہوتا ہے اور جب علم اور تخیل ہم آغوش ہوں تو اس سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ نہایت خوش‌گوار ہوتے ہیں - اگر صرف علوم صحیحہ کا مطالعہ کیا جائے تو طبیعت میں نشر، خیالات میں انجماد، اور زندگی میں سردی پیدا ہوجانے کا خوف ہے -

تاج محل کیا ہے ایک خیال ہے جس نے ایک صاحب فن اور نیز صاحب تخیل انجینئر کے اعصاب دماغی سے رگ‌ہائے مرمر میں گزر کیا ہے اور جامد بے جان پتھر کو صورت اور حیات آشنا کر دیا ہے -

شاعری کیا ہے، اعلیٰ تخیل اور صحیح علم کے اجتماع

معدین کا نام ہے -

مگر اگر صرف تخیل ہی سے کام لیا جائے اور توجہ کو ضرورت سے زیادہ قصص اور افسانوں پر صرف کیا جائے تو طبیعت میں کاہلی، خیالات میں انتشار، اور زندگی میں بےجا حرارت پیدا ہوجانے کا خوف ہے -

چنانچہ طالب علم کا فرض ہے کہ قصص اور افسانوں میں پوری دلچسپی لے، اُن سے تخیل کی صفت حاصل کرے مگر تخیل کو اپنے فن خاص میں وسعت خیال حاصل کرنے کے لئے صرف کرے - قصص اور افسانے حسب ذیل تجویز کرتا ہوں -

الف لیلہ - اس کتاب کی خوبی کی یہی کافی شہادت ہے کہ ایشیا اور یورپ کی جملہ زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے -

فسانۂ عجائب - مصنفۂ رجب علی بیگ سرور لکھنو - اس کا قصہ دلچسپ ہے - زبان اچھی ہے - محاورہ میں ڈوب کر لکھا ہے اور خوب تحریر ہے - لحاظ رہے کہ بعض محاورات قدیم ہیں جو اب متروک ہیں -

قصۂ ممتاز -

چہار درویش - مصنفۂ میر امن دہلوی - معروف ہے -

قصص ہند، ہر دو حصے - مصنفۂ مولوی محمد حسین آزاد - زبان قابل غور اور لائق تقلید ہے -

رسوم ہند }
رسوم دہلی } مصنفۂ مولوی سید احمد دہلوی -
زبان خاصی ہے -

ناول پڑھنا اس وجہ سے ضروری ہیں کہ ان سے مرقع کشی کا علم حاصل ہوتا ہے اور زندگی کے واقعات سے آگاہی ہوتی ہے - نیز ان میں سے چند عمدہ زبان کا نمونہ ہیں اور جب تک عمدہ زبان کا مطالعہ نہ کیا جائے عمدہ زبان لکھنا ممکن نہیں -

یہ خیال کہ ناول مخرب اخلاق ہیں، غلط ہے مگر اگر پڑھنے والے کو محسوس ہو کہ ایسا ناگوار اثر اس کی طبیعت پر پڑ رہا ہے تو اُن کا ترک واجب ہے - اس اثر کا باعث غالباً ناولوں کا غلط انتخاب ہے - ذیل کی کتابیں ایک سلیم الطبع طالب علم کے لئے موزوں ہیں -

منصور موہنا - عبدالحلیم شرر

بہشت بریں - ،،

ملک العزیز ورجنا - ،،

حسن انجلینا - ،،

نیل کا سانپ - محمد علی طبیب

گورا - محمد علی طبیب

توبۃ النصوح - نذیر احمد دہلوی

مراۃالعروس - ,,

بنات النعش - ,,

منازل السائرہ - عبدالراشدالخیری

زہرا - سید سجاد حیدر

ثالث بالخیر - سید سجاد حیدر

کائنات - سید سجاد حسین لکھنوی

ہاجرہ - مترجمہ محمد حسین

کنیز فاطمہ - قاضی عزیزالدین

شاعری کا مطالعہ بھی ضروری ہے کیوں کہ یہ بمنزلہ غذائے روحانی کے ہے اور سخت مطالعے کے بعد اس کا شغل دماغ میں سکون پیدا کرتا ہے - یہ افسوس ہے کہ اردو شاعری اپنے مضامین میں محدود ہے مگر باوجود اس کے بحیثیت شاعرانہ اعلیٰ پایہ رکھتی ہے - کتابیں یہ ہیں :

آب حیات - محمد حسین آزاد

گلشن بیخار - شیفتہ

خمخانۂ جاوید - سری رام

تذکرۂ شعرا - گارسان دی تاسی

کلیات میر — اس میں اعلیٰ درجے کی شاعری اور زبان ہے جس کی لطافت اور خوبی کو جملہ اساتذہ نے تسلیم کیا ہے -

دیوان غالب — یہ دنیا کی شاعری جدید اور قدیم میں ایک بلند پایہ کتاب ہے - اس کے تخیل کی پرواز اور اس کی شاعرانہ خوبی کو قدیم ہندوستان' ایران اور جدید یورپ کے شعرا بھی نہیں پاسکے - مشکل ہے - ہنوز صرف ناظرہ یعنی بے معنی سمجھے پڑھنا کافی ہے -

شرحات یہ ہیں :
از علی حیدر طبا طبائی - از فضل الحسن حسرت - از شوکت میرٹھی -

مگر ہنوز انکا دیکھنا مناسب نہیں -

کلیات انیس - اسکا مطالعہ بھی ضروری ہے کیونکہ
اس میں واقعات شہادت کا بیان
ہونے کے باعث ایک خاص مضمون
اور تسلسل ہے -

موازنۂ انیس و دبیر - مصنفۂ شبلی -
مثنوی میر حسن، مثنوی گلزار نسیم، ہر سہ
مثنویات میر -

قصائد ذوق - دیوان کا بقیہ حصہ غیر ضروری ہے -

دیوان حالی مع مقدمہ - اس کا مقدمہ فن شاعری اور اردو شاعری پر زبان اردو میں سب سے اعلیٰ پائے کی تنقید ہے -

مسدس حالی زمانۂ حال کی دنیا کی بہت بڑی کتابوں میں اعلیٰ پایہ رکھتی ہے -

بقیہ کلام حالی

کلام اقبال

دیوان وحشت مرزا غالب کے طرز پر شعر کہنے کی کوشش کا قابل قدر نمونہ ہے -

کلیات اکبر عمدہ مزاق کا نمونہ ہے -

علم تاریخ کے مطالعے سے زمانۂ گذشتہ کا حال معلوم ہوتا ہے، اپنے آبا و اجداد کے کارنامے دریافت ہوتے ہیں اور اسلاف کی عظمت و شوکت سے واقفیت ہوتی ہے۔ نیز مذہبی واقفیت بہم پہنچتی ہے۔

خطبات احمدیہ - سر سید احمد خاں

الفاروق — شبلی - علامہ موصوف کی سب سے زبردست اور اہم تصنیف اور جناب خلیفہ ثانی کی زندگی کا مرقع ہے۔

المامون، تذکرۃالنعمان، رسائل شبلی، سوانح مولانا روم، علم الکلام۔

المدنیۃ والاسلام - مذہبی کتاب ہے۔

حیات جاوید، یادگار غالب، حیات سعدی۔

چند کتابیں ایسی ہیں جو کسی خاص صنف میں داخل نہیں ہیں۔ ان کو یہاں علحدہ مختلف مضامین کی مد میں لکھتا ہوں۔

تہذیب الاخلاق۔

مواعظ (لکچرز) سر سید احمد خاں۔ مواعظ محسن الملک۔

فلسفۂ تعلیم - مترجمہ غلام الحسنین -

حکمت عملی - مصنفہ سجاد حسین بیگ -

خیالستان - مصنفہ سجاد حیدر -

تحریرالمراۃ - ترجمہ از قاسم امین بے -

مگر باوجود اس قدر مطالعے کے زبان سے پوری واقفیت نہ ہوگی جب تک کہ قواعد کا مطالعہ نہ کیا جائے اور قواعد کا سمجھنا ممکن نہیں جب تک کہ اُستاد کی توجہ اور مدد حاصل نہ ہو -

قواعد میں یہ کتابیں عمدہ ہیں - ابتدائی قواعد اردو - قواعد اردو ' فتح محمد جالندھری ' قواعد اردو ' عبدالحق حیدرآبادی -

علم البیان جس پر صوفیہ کی شاعری مبنی ہے اور علم العروض دونوں توجہ کے مستحق ہیں - دو ایک رسالوں کا دیکھنا کافی ہے مگر اُستاد کی مدد لازمی ہے -

عمدہ کتابت کی مشق بہم پہنچانے کے لئے انشاء کی طرف توجہ مبذول کرنا بھی ضروری ہے - انشاء کی یہ کتابیں ہیں : اردوئے معلیٰ ' غالب ' عود ہندی ' غالب ' موعظۂ حسنہ ' نذیر احمد ' رقعات سید احمد خاں -

جہاں تک مجھے معلوم تھا میں نے لکھ دیا - الانسان مرکب الخطاء والنسیان -

ایک اور ضرورت ہر طالب علم کو عمدہ لغات کی رہتی ہے - ہماری زبان میں فرہنگ آصفیہ صرف ایسی لغات ہے جو قابل اعتماد اور صحیح کہی جاسکتی ہے -

اب اس تحریر کو ختم کرتا ہوں - ہمیشہ تیرے خط کا منتظر اور تیری اور سب کی خیریت کا طالب ہوں - تیری اعلیٰ کامیابی پر پر از حد مسرت کا اظہار کرتا ہوں - آئندہ بھی انشاءاللہ جو مفید سمجھوں گا اس سے اطلاع دیتا رہوں گا -

حضور امی جان مکرمہ مدظلہا کی خدمت میں دست بستہ آداب عرض ہے - اور سب کو ماوجب - والدعا -

عبدالرحمن

لندن، ۱۴ مارچ ۱۱ع

برادر حبیب من!

خیریت نامہ شرف صدور لایا - عافیت معلوم ہوکر مسرت ہوئی - میں بھی زندہ ہوں اور یاد دوستاں وظیفہ ہے -

اہل قلم اور اہل علم اور خدا جانے کیا کیا - للہ یہ باتیں نہ لکھا کیجئے - مجھے اگر بوجہ نادانی قلم سے کبھی کچھ واسطہ تھا بھی تو اب نہیں ہے، کسی کو بار بار گذشتہ تقصیر پر گرفت کرنا ناانصافی ہے - وہ دن گئے کہ میں: جاندادۂ ہوائے سر رہگزار تھا -

جواب مضمون جب مکمل ہوگا حاضر خدمت کردوں گا - استفادہ! میرے جواب مضمون سے کیا استفادہ ہوسکتا ہے، البتہ اگر استفادہ حاصل کرنے کا نسخہ دریافت ہے تو ذیل میں درج ہے، آزمودہ ہے -

[illegible] 'استفادہ حاصل کرنا' کس طرح لکھا گیا؟

در خاک بالقاں برسیدم بہ عابدے
گفتم مرا بتربیت از جہل پاک کن

گفتا برو چو خاک تحمل کن اے فقیہ
یا ہرچہ خواندۂ ہمہ در زیر خاک کن

ابھی تک کچھ عرض نہیں کرسکتا کہ کہاں کام شروع کروں گا، علی گڈھ سب سے بہتر ہے، مگر میں تو ہزار علی گڈھ کی جانب رجوع کرتا ہوں، علی گڈھ ہی کو میری قربت گوارا نہیں -

چو بسوئے کعبہ رفتم بہ حرم رہم ندا دند
تو بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

عینک کی بابت ستار[۱۵] صاحب سے استفسار کیا ہے انشاءاللہ دو ہفتے میں روانہ کروں گا -

ایک نقش[۱۶] اپنا خدمت میں پیش کرتا ہوں، قبول کیجئے - اور سب حالات بدستور ہیں - آداب -
عبدالرحمن

۱۵) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مراد ہیں [illegible]
[illegible]
۱۶) نقش سے مراد [illegible]

برلن

مکرمی و محبی سلامت۔

پس از بلاغ مراسم نیازمندی واضح خاطر گرامی ہو کہ صحیفۂ گرامی مصدرہ ۲ جولائی واصل ہوا' سلامتی مزاج سے واقفیت ہوکر خوشی ہوئی اور دوستوں کی خیریت سے مسرت' امید ہے کہ بحصول اس عریضے کے آپ بہمہ وجوہ بخیریت ہوں گے -

الحمدللہ میں اچھا ہوں - میری نسبت جو دریافت فرمایا ہے سو میں ہنوز جرمن زبان سیکھنے میں ہی مصروف ہوں' فرائی برش کی یونیورسٹی میں بھی شامل ہوں مگر لکچر وغیرہ سمجھ نہیں سکتا' قانون ہی میں مزید تگ و دو کا قصد ہے اور ڈپلومیسی مضمون لینے کا قصد ہے -

بدرالدین صاحب کا وعظ پردے پر اب تک موصول نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کوئی کتاب لکھ کر بھیجیں گے یا '' مخزن '' میں کھلی چٹھی شائع کریں گے' مگر اس کی بناء پر سوائے حسد کے کوئی اور شے نہیں جو ہندوستان

کے مردوں کی طبیعت میں ودیعت ہے -

یونیورسٹی کے متعلق یہ سن کر کہ اب تک آئین شائع نہیں ہوا اور جملہ آئین دو نشستوں میں بن کر رہ گیا سخت افسوس ہے- خدا ہی ہے جو سوائے زمانے کی خندہ زنی کے کچھ اور نتیجہ برآمد ہو- آپ جو یہ لکھتے ہیں کہ لندن میں لوگوں سے کہا جائے کہ زیادہ آزادی حاصل کرنے کی کوشش کریں تو اے برادر عزیز از جان! وہ لوگ کون ہیں؟ ہز ہائینس سر آغا خاں کی رائے تو معلوم ہی ہے' رہے آنریبل جسٹس امیر علی صاحب' سو وہ قوم کے سب سے بڑے لیڈر ہیں اور چوں کہ دور رہتے ہیں' اُفق ہندوستان پر سورج کی طرح چمکتے ہیں مگر شاید اوروں سے کسی قدر آگے ہی رہتے ہیں پیچھے نہیں رہتے -

اگر کچھ ہے' سچائی کہئے' اخلاقی جرأت کہئے تو وقارالملک میں - اگر اُن میں نہیں تو قوم میں نہیں' خدا سے دعا مانگئے کہ اس اُمت کو تباہ ہی کر دے -

محمود صاحب[۱] کو میں آپ کے خط کے متعلق لکھوں گا- عرصے سے اُن کا خط میرے پاس نہیں آیا' غالباً اب تک شاید اُنھوں نے آپ کو جواب بھی روانہ کر دیا ہو- اُنھوں نے اپنی کتاب مغلوں کے سیاسی نظم حکومت کے متعلق لکھ کر پیش کردی ہے اور مقبول ہو گئی ہے- جرمن

۱) ڈاکٹر سید محمود [illegible]

اور المدن کے پروفیسروں نے اِس کی تعریف بھی کی ہے- چند امتحانات دینے پر ڈگری مل جائے گی- غالباً اسی باعث شدت کار اُن کی خاموشی کا سبب ہے -

مولانا عبدالخالق[14] صاحب کی مبارک باد پہنچ گئی- میں سمجھ گیا' بیرسٹری کے انتخابات میں نمایاں کامیابی کے حصول سے متعلق ہے' یہی امر ہے نا؟ سو میرا تو ہمیشہ سے مسٹر گلیڈاسٹون کا اصول ہے کہ درجہ چہارم نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً درجہ سوم میں سفر کرتے تھے' اس سے زیادہ بہرہ ہی نہیں -

ظہیر صاحب کی علالت سے تفکر ہوا' ان کی کیفیت مزاج سے اطلاع دیجئے اور اگر خط لکھئے تو میرا سلام ضرور تحریر کیجئے - یہ بھی لکھئے کہ اگر انہیں فرصت ہو تو کبھی کبھی مجھے خط سے یاد فرماتے رہیں - اور اپنے دوستوں کے اور کالج اور قوم کے حالات سے اطلاع فرماتے رہئے- ہمیشہ آپ کی خیریت کا جویا ہوں - مفصل حالات سے مطلع کیجئے گا - زیادہ سلام شوق عرض ہے -

عبدالرحمن

۱۴) صدر شعبہ [illegible]

برلن -

اے برادر شفیق و یار صدیق !

سب شکایتیں بجا ' میری کوتاہ قلمی ناقابل معافی ہے مگر مجبور ہوں بلکہ معذور - تاخیر ہے تقصیر نہیں - اول تو ویسے ہی مجھے خط لکھنے سے بہرہ نہ تھا ' یہاں کی مصروفیت نے بہانہ پیدا کر دیا ' مگر گو اس قدر خاموش ضرور رہا آپ کے خیال سے کبھی غافل نہیں ہوا -

زندگی کا بہترین زمانہ آپ ہی کی صحبت اور دوستی میں گذرا ' اب ویسا وقت پھر نہیں آنے کا - پھر اگر میں زندہ پھرا ' ملیں گے - مگر غم دنیا سے نجات ' زنجیر علائق سے آزادی ' کالج اور جوانی کہاں؟ غرض ساقی زمانہ آتش بجام کرچکا ' البتہ اُس بزم کی یاد مغتنم ہے -

یورپ کے حالات کے آپ بہت جویاں اور شائق ہیں مگر اُن کو بیان کرنا یا تحریر میں لانا محض راقم کا اپنی ناواقفیت پر مُہر شہادت ثبت کرنا اور مخاطب کو غلطی میں ڈالنا ہے - میں لکھوں تو کیا لکھوں ؟ انشاءاللہ آپ خود ایک روز آکر دیکھ لیں گے -

مشرق میں بہت سی خوبیاں ہیں مگر اگر مشرق مغرب سے بالا ہوتا تو آفتاب مشرق یوں غروب نہ ہو جاتا - فوق اُسی کو ہے جو بہتر ہے' ما سوا اور مضامین کے یہ بحث مسئلۂ حجاب پر بھی صادق ہے- آپ کے خط کا منتظر ہوں کہ آپ کیا لکھتے ہیں - ہمارے (یعنی آپ کے) جملہ دلائل کا سہ آتشہ عطر یہ ہے کہ مذہب کے خلاف ہے' غلط ' تاریخ سے ثابت ہے' غلط ' شیرازہ ریزی کا خوف ہے ' اس دلیل کی بنیاد حسد پر ہے -

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

پردے میں تعلیم ! اس کے معنی کیا ہیں ؟ کیا سینا پرونا ؟ شیخ عبداللہؒ اور مولوی سعید احمد دہلوی کے مجوزہ نصاب دیکھ لینا تعلیم ہے ؟

تعلیم وہ شے ہے جو ہنوز یورپ میں بھی عورتوں کو پوری آزادی سے حاصل نہیں البتہ ہونے والی ہے' یعنی سیاست ' تمدن ' معاشرت ' صلح ' جنگ ' ہر بات میں ان کو حسب لیاقت مردوں کی مساوات اور ان سے فوق لے جانے کی اجازت ہو' قانون دونوں کے لئے ایک ہو -

پس اُس خوف کو بالائے طاق رکھئے- خدا جو مردوں کو معاف کرتا ہے عورتوں کو بھی معاف کرنے والا ہے- اُس کی نظر

۹) بابا میاں ، مولسٹن و یمنز کالج علی گڑھ

میں دونوں ایک ہیں -

یونیورسٹی کے متعلق میں کیا کہہ یا کر سکتا ہوں - رہا " ہم " سو ہم کہاں؟ میں دور افتادہ تو صرف "میں" ہی ہوں ' کام اس قدر ہے ' فرصت اس قدر قلیل ہے کہ دم لینے تک کو موقع نہیں - لندن چھ مہینے رہا ' اب تک شہر تک نہیں دیکھا - برلن ایک ماہ سے زائد پہلے رہ چکا ہوں اب پھر آیا ہوں ' کچھ دیکھنے کی فرصت نہیں ' مگر وقت اس قدر کم ہے کہ جو کرنا چاہتا ہوں ممکن نظر نہیں آتا -

یہ یونیورسٹی تو یوں ہی بنے گی - میرے یا آپ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوسکتا ' مگر ملک ہند تو ایک براعظم ہے اور یونیورسٹیاں کم از کم سو تک بنانے کی گنجائش ہے -

امیر علی صاحب کے متعلق آپ نے کچھ تحریر فرمایا ہے ' سو بھائی جان ! بارہا گفتہ ام و بار دگر میگویم ' کہ بعد سید احمد خاں کے (کہ وہ بانی تھے) کوئی شخص مشتاق حسین سے زیادہ "سچا" مسلمانوں میں نہیں - اگر اُن میں عیب ہیں تو اوروں میں لاکھ گنا ہیں - سارے عالم کو آزما دیکھا * جس کو دیکھا سو بیوفا دیکھا - البتہ مذہبی "سختی" اُن میں بہت بے جا اور اندیشہ ناک ہے - سو ان کی فطرت میں ہے ' کوئی چارہ

نہیں - جملہ امور متعلقہ کالج کی اطلاع دیتے رہئے -

اس خط میں چوں کہ باتیں کم و بیش درج ہیں اس لئے ملتجی ہوں کہ اس کو چاک فرما دیجئے- مانا کہ قانوناً اس پر آپ کو اختیار ہے مگر اخلاقاً آپ کو تاکید ہے' نیز اس تحریر کے مخاطب آپ ہیں اس لئے کسی اور کو اس میں شامل ضیافت نہ کیجئے' گو اسے آپ فہم و ذکا میں کیسا ہی صاحب رائے سمجھتے ہوں' ورنہ غلط فہمی کا اندیشہ ہے -

اور لکھتا مگر صفحہ ختم ہوا اور نیز ایک خفتہ درد جسم ناتواں میں اچانک پیدا ہو گیا اور میں مجبور - فقط

(۱۶)

لندن' ۳۰ جون سنہ ۱۱ع

پیارے دوست محسن صاحب!

پس از ابلاغ مراسم نیاز مندی و شرح آرزو مندی ' صحیفۂ گرامی دال بر عافیت مزاج و ہاج اور سلامتی احباب صادر ہوا اور حصول اس کا باعث ابہاج -

آپ کی شکایت کہ " عمریست کہ منتظر خبر ہستم " سے استعجاب ہوا - اگر اس کا مطلب صرف یہی ہوتا کہ ہجر میں اوقات زلف کی طرح طویل ہو جاتے ہیں تب تو صرف آپ کی محبت پر محمول کرتا مگر یہ بھی تو تحریر ہے کہ میں نے والا نامہ گرامی کا جواب نہیں دیا -

اب جہاں تک فرسودہ دماغ پر زور ڈالتا ہوں خیال ہوتا ہے کہ اسی میز پر اسی طور نشستہ ایک خط قبل ازیں بجواب خط عالی لکھ چکا ہوں، مگر جب پہنچا ہی نہیں تو لکھا بے لکھا ایک ہے، اس لئے معافی کا طالب ہوں -

آپ کی کوششوں کی اطلاعات شفقت صاحب کے ذریعہ ہوچکی ہیں، خدا آپ کو اور احباب کو ایسے موقعے دے کہ وہ سعی ہائے مشکور ثابت ہوں -

اے دوست عزیز اور رفیق !

یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص خار بیاباں بوئے اور سرسبز گیاہ کے تختوں پر چلے - جس چیز کی ابتدا خوشامد سے ہے، جس کے شیرازے کی بندش ذاتی منفعت کے اصولوں پر ہے اس کا کم و بیش یہی انجام لازمی ہے، مگر قوم" کو اپنی آزادی کی کوشش جاری رکھنی چاہئے قوم کی آئندہ جنگ رہبران قوم سے ہے -

ز دست غیر من هرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

خدا کرے کہ آخری صورت آئین کی کسی نہ کسی طور معقول، کم از کم غنیمت نکل آوے -

بھلا کہیں یونیورسٹیاں یوں جنبش قلم شاہی سے بنی ہیں ؟ ہتیلی پر سرسوں جمانا اور اپنی شعبدے بازی سے دنیا کو حیران کرنا اسی کو کہتے ہیں -

مگر میں اس خیال سے خوش ہوں کہ وہ جو ایک مثالیہ خواہ مخواہ سد راہ ہو گیا تھا وہ مٹ جائے گا - ایک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جس دن یونیورسٹی بنے گی امام مہدی خود "چارٹر" لے کر آویں گے - پھر کیا تھا تمام دنیائے اسلام نشۂ علم میں چور سریر آرائے عالم ہوگی، قرطبہ اور بغداد کے نقشے آنکھوں میں پھر جاویں گے بلکہ نئی روشنی میں ماند پڑ جاویں گے -

عنقریب اگر امام مہدی نہیں تو "امام حاضر" چارٹر لے کر حاضر ہوا چاہتے ہیں ؛ مگر قرطبہ اور بغداد کے مزاروں کے سونے والے شاید ہی اس نئے علمی محشر کی آواز سے جاگیں - انہیں تو کیا خبر ہوگی مگر ہم ضرور جاگیں گے کہ وہ خیال ایک خواب تھا -

شاید اس کے بعد توجہ کسی اور طرف ہو اور کوئی

شارع تلاش کی جائے' سکون سے جلبھی بہتر ہے -

جغرافیہ یاد ہے ؟ ذرا جرمنی پر یورپ میں اور ہند پر ایشیا میں نگاہ ڈالنا' اگر حیدرآباد اور جرمنی کو یوں رکھو جیسے اُقلیدس کی کتاب الاول میں شکل ۲ کی مثلثیں ایک دوسرے پر رکھی جاتی ہیں تو مقراض کو حیدرآباد ہی کی گوشہ تراشی لازم آئے گی -

اس جرمنی میں بائیس یونیورسٹیاں ہیں - برلن میں پانچ سو پروفیسر اور دس ہزار طالب علم ہیں اور کہیں بھی سو سے کم پروفیسر اور تین ہزار سے کم طلباء نہیں-

کیا ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک یونیورسٹی کافی ہوجاوے گی ؟

تمہاری کیا رائے ہے ؟

اُمید ہے کہ نتیجۂ امتحان حسب المراد نکل آیا ہو گا - مجھے پرسوں کی ڈاک سے اطلاع ہونے کی اُمید ہے اس لئے اظہار مبارک باد کو تا آں ملتوی کرتا ہوں -

میرے اشغال کچھ قابل بیان زیادہ نہیں کیوں کہ کچھ ہیں ہی نہیں - جرمنی گیا تو ہوں دیکھنا یہ ہے کہ رہ بھی سکتا ہوں یا نہیں- دوسرے بیرسٹری ہے- اللہ بس باقی ہوس -

صحت کے متعلق جو دریافت فرمایا ہے سو اس کے ہاتھوں چین ایک دن نہ پایا'
یہ جان ہے بدن میں یا خار پیرہن میں -
کن لوگوں سے ملا ہوں؟ مختلف طور سے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں -

علی گڈھ کالج کے جملہ طلباء سے کم و بیش ملاقات ہوجاتی ہے - بفضلہ سب اپنے کام میں مصروف ہیں - سید محمود صاحب عنقریب واپس ہو جاویں گے - تصدق نصف امتحان پاس کرچکے ہیں - سید راس مسعود قوم کی جملہ اُمیدوں کو اپنی لیاقت اور ذاتی خوبی سے پورا کریں گے؛ یہاں کے جملہ طالب علموں میں بہترین نمونہ ہیں؛ یہ بہت خوشی کی جا ہے -

اب تک کسی جلسے یا پارٹی وغیرہ میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے کیا مشاہیر اسلام اور کیا سابق مشاہیر مدرستہ العلوم' کسی کو اب تک نہیں دیکھا -

عیسائیوں' یہودیوں' کیتھولک' پراٹسٹنٹ سب خاندانوں میں کم و بیش رہا ہوں - انسان سب ایک ہیں؛ سب میں ایک ہی طرح کی خوبیاں اور عیب موجود ہیں -

انگریزوں اور جرمنوں سے خاصی طور پر واقف ہوگیا ہوں - جرمن پروفیسر مُنہ چوم لینے کے قابل ہیں'

طبقۂ خواتین میں کم مگر ملاقاتیں ضرور ہوئی ہیں- بہت معرف ہوں- بدرالدین صاحب سے کہہ دیجئے کہ جب تک پردہ قایم ہے ترقی نہیں ہوسکتی -

بدرالدین صاحب اور ظہیرالدین صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے- اُمید ہے کہ ہر دو حضرات بہ خیریت ہوں گے - اور کیا عرض کروں' ہمیشہ آپ لوگوں کے لئے دعا گو ہوں اور خیریت اور عافیت کا طالب -

انگلستان میں ڈنرز کی حاضری کے باعث آیا تھا- یہ عریضہ لکھکر جرمنی' فرائی‌برش ؛بادن؛ جاتا ہوں - کبھی کبھی یاد فرمالیا کیجئے - کیا کہوں خط لکھنے میں مجھے ایسا تساہل ہے کہ دوست جو بھی کہیں بجا ہے' مگر پھر بھی دوست' وہی ہیں جو عفو سے کام لیتے ہیں -

اگر خط طویل یا حقیر ہے تو معافی چاہتا ہوں -

خیریت کا طالب

کمترین عبدالرحمن

منظومات

صبح بنارس

(جوگی کی صدا)

یہ سنہری سنہری آنکھیں   یہ لمبی لمبی پلکیں
یہ تیکھی تیکھی چتون   یہ سندر سندر درشن

مایا ہے سب مایا ہے

یہ گورے گورے گال   یہ کالے کالے بال
یہ پیاری پیاری گردن   یہ اُبھرا اُبھرا جوبن

مایا ہے سب مایا ہے

کل جھوٹا ہے سنسار   اک سچا ہے سرجن ہار

بچے اور بڑے

(اندلسی گیت)

دیکھا گیا ہے   دنیا کے نقشے
گودی میں سوتے   ہیں خواب سارے
سپنے میں بچے   دھوکے میں جن کے

هیں سارے ہلستے
ہیں سارے ہلستے
دیکھا گیا ہے
لیکن جب اُٹھتے
گودی سے سوتے
خواب گراں سے
اُتھلے پہ بچے
بچے ہوں جیسے
ہیں سارے روتے
ہیں سارے روتے

اجلبی

صنم فرنگ، قمر جبیں، بت سیم رنگ، غضب حسیں
وہ عذار نازک و شرمگیں کہ رقیب ساغر آتشیں

وہ ہوا میں کاکل عصفریں چوں شہاب ثاقب شب رواں

ورقات غنچہ گلاب گوں، دو لب گداز پر از فسوں
مژۂ دراز کج و نگوں میں نہاں دو دیدۂ نیلگوں

کہ سحر کے پردۂ ارغواں میں فضائے گنبد آسماں

تجھے میں نے دیکھا ہے اک نگہ، نہیں مجھ سے تو ذرا آشنا
ترے عشق میں ہوں میں مبتلا بسلاسل الم و بلا

مجھے کیا پتہ کہ ہے اب کہاں، تجھے کیا خبر گئی کسکی جاں

(بحر سفید جہاز شہر کلکتہ سنہ ۱۹۱۴ع)

معلم الملکوت

تھا عدم میں نقش ہستی جبکہ بے نام وجود
قدرت خالق نے پائی تھی نہ خلقت میں نمود

سب سے پہلے لفظ کن بن کر قضا ظاہر ہوا
حلقہ پرکاری کو جس کے وقت وہ پیما ہوا

وسعت عالم نے پائی صورت بحر اثیر
قوت اور طاقت تھیں یکجا جس کی موجوں میں اسیر

کشمکش نے دونوں کی آمادہ اک طوفاں کیا
اُلفت و نفرت نے برپا سخت اک ہیجاں کیا

ارتعاش عشق نے پیدا کیا وہ سوز دل
ہو گیا جس کے اثر سے آب دریا مشتعل

سینۂ دریا سے باہر نکلا اک روشن سحاب
در فشار خود گرفتہ گرمئی صد آفتاب

تھا یہ پاشیدہ بر و یم آتش افروختہ
کائنات آفریدہ جس کا تھی ...... اندوختہ

قرنہا تک جب یہ آتش خانہ یوں جلتا رہا
جوں سمندر اس کے انگاروں سے میں پیدا ہوا

میں سراپا شعلہ تھا اور وہ سراپا نور تھا
میں کجا اور وہ کجا لیکن نہ اس سے دور تھا

حسن جب اظہار جو، جلوہ کناں کوئی نہ تھا
پھر روئے یار اُس دم میں ہی تو ... آئینہ تھا

سب سے پہلے معرفت سے میں نے ہی جانا اُسے
سب سے پہلے میں نے عالم میں ہی پہچانا اُسے

عمرہا یوں شعلہ افشاں رہ کے یہ نار عظیم
بجھ گئی پسماندہ باقی رہ گئی خاک لئیم

وائے قسمت! تھا نہ میں واقف یہ ہے خاک رقیب
کاش اُس دم مجھ کو ہوتا علم، اے میرے نصیب

عرش کا پایہ پکڑ کر روتا، کہتا "اے خدا!
خالق کون و مکاں! فریاد ہے، عالم پناہ!

کر نہ پیدا اس کو روئے ارض پر، یہ بدنہاد
ڈالے گا عصیاں سے اپنے کل خدائی میں فساد"

تھا یونہی امر قضا، ہونا جو تھا وہ ہی ہوا
امر حق صادر ہوا، فرمان حق پورا ہوا

کل فرشتوں نے گِل مردود کی تخمیر کی
اور آب و گِل سے اس کی صورت اک تعمیر کی

قلب ماهیت سے عاری کالبد عریاں سفید
بے پر و شہبال' چشم و سر سیہ' دنداں سفید

وارث تخت خلافت ' رونق باغ جناں
ھے یہ آدم' سب کرو سجدہ اسے' خورد و کلاں

حکم باری پر ملائک نے اُسے سجدہ کیا
سب خمیدہ ہوگئے اک میں ھی باقی رہ گیا

'' اسکو سجدہ کرنے میں کیا کچھ تجھے انکار ھے ؟ ''
'' ھاں مجھے انکار ھے' انکار ھے' بس عار ھے ''

''عار ھے؟ کہتا ھے کیا ' ڈر' تجھ پہ ھے قہر خدا
عار ھے تجھ کو' ملائک تک نے جب سجدہ کیا''

'' ان کی حالت اور ھے اور میری حالت اور ھے
رسم طاعت اور ھے' رسم محبت اور ھے

حکم ربی ھے کہ' میں سجدہ کروں' لیکن نہیں'
غیر کو سجدہ کروں؟ مجھ سے تو یہ ممکن نہیں''

ڈارون

جبکہ دی منصور نے پہلے اناالحق کی صدا
سب نے اُس کو کافر و ملعون و دیوانہ کہا

دار پر لیکن دیا جب موت کے عقدہ نے کھول
تب یہ جانا سب نے تھا منصور میں پنہاں خدا

الحسن اور ڈارون اس سے کریں گو اختلاف
پر ہے قانون فنا ہستئی عالم کا مزا

یاد گل

وہ گالوں پہ زردی کہ چوں زعفراں
پڑی تھیں جہاں اور تہاں پتیاں

اُڑی ایک اتنے میں سوئے نہال
دیا اپنی باہوں کو گردن میں ڈال

وہ پتی نہ تھی بلکہ تھی تیتری
تصور میں تھی گل کا منہ چومتی

ہندوستان

فوق البشر نشستہ ہر اک ہستئی عظیم
مصروف غور، کف پہ زنخداں لئے ہوئے

پہلو میں اس کے اک زن گلگوں گداز تن
آب حیات سینۂ عریاں لئے ہوئے

مشغول نوش چشمۂ آب بقا ہے یہ
طفلک دہن میں غنچۂ پستاں لئے ہوئے

(دعا)

جامن کے سائے کے تلے جوئے رواں اور نیم ناں
شامل ہوں جسمیں سب مرے بچے اور انکی نیک ماں

پیغمبری ہو یا شہی یا ہو حیات جاوداں
مجھ کو بس دیجو یہی آب زلال اور نیم ناں

گیتان جلی کا ترجمہ

موت جس دم دے گی دستک تیرے دروازے پر آ
کیا تواضع اپنے مہماں کی بجا لائیے گا تو

مرحبا سلطان من حاضر ہے مینائے حیات
نوش عیش اور نیش غم دونوں کا یہ آمیزہ ہے

عمر کا میری ہے حاصل بس یہی لبریز جام
نوش جاں حاضر جو ہے بہر کرم فرمائیے

موسیقی

جسم نغمہ مثال شیشہ ہے جان نغمہ شراب شعلہ ہے

رفعت خوں عزار گل آویز ہستی روح جس سے ہے لبریز

وسعت آب جوش یخ بستہ اک پریشاں صبا کا گلدستہ

بلبلوں میں سرود کے عریاں خوابہائے شباب میں گریاں

مجذوب

ذات خدا ہے آتش افروختہ
مجذوب ہے اک آہن آتش زدہ

آہن تپاں آہن بھی ہے آتش بھی ہے
مجذوب عبداللہ بھی ہے اللہ بھی ہے

تاھید

حسن میں رشک ھر نگیں، رنگ عذار یاسمیں
شیشۂ عفت نازنیں، سرمر بے مثال تھا

سنگ خدا نے کی نگاہ کفر نے جوں شعاع ماہ
خانۂ دل میں پائی راہ جلوہ کناں خیال تھا

جیسے شکم میں طفل ھو سنگ میں سو رھی تھی وہ
سن کے صدائے تیشہ کو خواب گراں محال تھا

روح تصور نہاں جسم تھا صورت عیاں
حسن حیات جاوداں اِن کا بہم وصال تھا

شمع اور پروانہ

در حلقۂ موج صبا رقصاں ھوں جوں افشان گل
پروانہ سوئے بزم اپنی بیخودی میں تھا رواں

محفل میں تے ھر چار سو مدھوش شیشے مل رھے
آتش بدن بے پیرھن اک شمع ان کے درمیاں

بندے ماترم

اے مادر ھندوستاں اے قوم علویت نشان
فرق مبارک کی قسم جبتک ھےاپنے دم میں دم
لے ھند بندے ماترم

ترکی قومی گیت

ہیں شادماں اہل وطن
اسمیں نہیں اصلا سخن
زنجیر قہر و ظلم .... کو
صد آفریں اے غازیو
لشکر کو ہو ... مظفری
داراز عمر بادشاہ
اے رایت عثمانیہ
حب وطن میں ہرگھڑی
باہم برادر ہم ہیں سب
راہ وطن میں ہر گھڑی
لشکر کو ہو ... مظفری
داراز عمر بادشاہ

حق سے ملی تازہ حیات
لشکر نے دی ہم کو نجات
بس ٹکڑے ٹکڑے کر دیۓ
آزاد ملت کو کیا
ہر معرکے میں اے خد
داراز عمر بادش
فتح و ظفر ہے تیرا
صلح و اماں تیرا شہ
اسلام کے دلدادہ ہ
جاں دینے کو آمادہ
ہر معرکے میں اے خد
داراز عمر بادش